

ایمان کی راہ

مریم غفار

AurqArts



<https://primeurdunovels.com/>



تم چھپانا سکو گی میں وہ زار ہوں

تم بھولا نا سکو گی وہ انداز ہوں

گو نجتا ہوں جو دل میں تو حیراں ہو کیوں

میں تمہارے ہی دل کی تو آواز ہوں

گھر میں داخل ہوتے جمال کی نظر جیسے ہی رباب پر پڑی تھی وہ شوخی سے گانا گنگناتا ہوا اس کے ٹھیک پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

جانم دیکھ لو مٹ گئی دوریاں میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں
کیسی سرحدیں کیسی مجبوریاں میں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں ہوں یہاں۔

وہ رباب کے کان میں پھر سرگوشی نما گنگنایا تھا۔

شرم کرو مولوی صاحب گھر میں بہنیں بھی ہیں آپ کی۔

جمال کو شرم دلواتی رباب اسے آنکھیں دیکھاتی فاصلے پر ہوئی تھی۔

ہوں مجھے پتہ ہے گھر میں بہنیں ہیں پر ابھی تو کہیں نظر نہیں آ رہی نا۔

وہ رباب کو دور ہوتے دیکھ اس کا ہاتھ پکڑتا کندھے پر تھوڑی ٹکائے گھر میں نظر دوڑاتا ہوا بولا تھا۔

تم نہیں سدھر سکتے لاؤ سارا سامان لائے ہونا جو جو منگوا یا تھا۔

وہ جمال کی بات پر نفی میں گردن ہلاتی اس سے بازار سے لایا سامان لیتی ہوئی بولی تھی۔

ہاں سب ہے دیکھ لو اگر کچھ رہے گیا ہے تو بتا دینا لے آؤں گا بیگم۔

وہ رباب کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا محبت پاش لہجے میں بولا تھا۔

کوئی کمی ،،، نہیں سارا سامان ہے۔

جمال کے پوچھنے پر سامان دیکھتی رباب نے مسکرا کر کہا تھا۔

میں سامان رکھ کر آتی ہوں جب تک تم ہاتھ منہ دھو لو پھر کھانا لگاتی ہوں۔

وہ جمال کو ہاتھ منہ دھونے کا کہتی اپنے کمرے کی سمت بڑھی تھی۔

شکور صاحب اور خالدہ بیگم کے متناسب گھرانے میں پیدا ہوا جمال گھر میں سب سے بڑا ہونے اور ماں باپ کا پیارے ہونے کی وجہ سے قرآن حافظ ہوا ساتھ ہی دوبارہ سے اپنی تعلیم جاری کرتے بھی مکمل کی اور میتھ ایٹک میں ماسٹرز کیا اور اب اپنا شکر کا کارخانہ جو تین سال پہلے ہی شروع کیا تھا اس پر مکمل توجہ سے کام کرتا اور اسے وقت دیتا تھا۔

اور سب اس ہی کی محنت اور توجہ کا اثر تھا کہ چند ماہ و سال میں ہی اس کا کام عروج پر پہنچا تھا۔

جمال سے دو چھوٹی بہنیں ماہم ماورہ اور ایک چھوٹا بھائی منیب تھا۔

ایک بہن کی شادی تو وہ پہلے ہی اپنی پھوپھوں زاد علی سے کر چکے تھے اب وہ جلد از جلد ماورہ کی شادی کا سوچ رہے تھے جس کی نسبت جمال اور رباب کی شادی پر ہی رباب کے بھائی ابتسام سے طے پائی تھی۔

رباب کے تایا زاد ہونے اور اس کی محبت ہونے کی وجہ سے شکور صاحب نے بڑی مشکل سے اپنے بڑے بھائی کو مناتے ہوئے سب بڑوں نے مل کر دونوں کی شادی کروائی تھی اور اب شادی کے تین سال بعد بھی جمال کی محبت رباب کے لیے بالکل ویسی تھی جیسی شادی سے پہلے کوئی فرق نہیں آیا تھا

نا اس میں اور نا ہی اس کی محبت میں بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ جمال کی رباب کے لیے محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

لے آؤ یار کھانا پھر مجھے جانا بھی ہے۔

ہاتھ منہ دھوتے جمال نے رباب کو آواز دیتے ہوئے کہا تھا۔

ہوں ہاں لے آئی بس۔

گرم گرم روٹیاں پکا کر لاتی رباب نے اس کے آگے کھانا رکھا تھا۔

کہاں جا رہی ہو تم رباب آؤ ساتھ کھاتے ہیں۔

رباب کو واپس کچن کی طرف جاتے دیکھ کر جمال نے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے بھی ساتھ کھانے کا کہا تھا۔

نہیں جمال میں نے امی کی طرف جانا ہے وہی کھاؤں گی کھانا تم روکو میں تمہارے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔

جمال سے ہاتھ چھوڑواتی رباب اس کے لیے پانی لینے گئی تھی۔

تم تھوڑا میرے ساتھ کھا لو تھوڑا وہاں جا کر کھا لینا،،،

نہیں جمال امی ناراض ہو جائیں گی،،، تو انہیں کیا پتہ چلے گا اور اگر پتہ چلے بھی تو کہہ دینا اپنے شوہر کے ساتھ کھانا کھا لیا تھا بس۔

وہ رباب کے کھانا کھانے پر اسے مشورہ پیش کرتا اسے زبردستی اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانے لگا تھا۔

اب بس جمال،،،

وہ جمال کا ہاتھ نیچے کرتی کھانے سے اب صاف منع کر گئی تھی۔
السلام وعلیکم بھائی بھابھی۔

گھر میں داخل ہوتے منیب نے صحن میں بیٹھے جمال اور رباب کو سلام کیا تھا۔
وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ آج جلدی چھٹی نہیں ہو گئی تمہاری۔

منیب کے سلام کا پورا جواب دیتے جمال نے ہاتھ میں بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
جی بھائی آج ہاف ڈے تھا صبح بتایا تھا امی کو میں نے۔

اچھا سہی،،، بھابھی امی کہاں ہیں،،،

وہ جمال کو دیکھ کر رباب سے مخاطب ہوا تھا۔

اوپر چھت پر گئی تھی ماہم کے ساتھ۔

اوپر کیوں گئی ہیں اور ماہم کب آئی۔

منیب کو بتاتی رباب سے جمال نے پوچھا تھا۔

وہ ماہم باجی صبح آئی تھی اور امی کے پرانے صندوق سے کچھ سامان نکالنا تھا باجی کو تو اس لیے ہی گئی ہیں۔

جمال کے کھانا کھالینے پر وہ برتن سمیٹتی ہوئی مسکرا کر بتاتی ہوئی کچن کی طرف بڑھی تھی۔

اچھا میں اوپر جا رہا ہوں امی والوں کے پاس منیب تم کپڑے بدل کر اپنی بھابھی کو بتایا جی کے گھر تک
چھوڑ آؤ۔

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے منیب کو رباب کے والد کے گھر چھوڑ کر آنے کا کہتا ہوا بڑھا تھا۔

امی یہ والا سوٹ بھی دے دیں اور وہ بلیو والا بھی۔

پتہ تھا ضرور منگتن کچھ مانگنے ہی آئی ہوگی۔

کمرے میں آتے جمال نے ماہم کی آواز سن کر اس کے کپڑے مانگنے پر چوٹ کی تھی۔

وہ جو اپنے پہلے بچے کی پیدائش پر اپنے بچے کو جمال کے کپڑے پہنانے کی ضد کرتی خلدہ بیگم کو اوپر بلا لائی تھی۔

مانگنے والے ہوگا تو میں نہیں میں تو اپنے بھائی کے چھوٹے کپڑے لے رہی ہوں امی۔

جمال کی بات پر ماہم نے تیکھے چتونوں سے بولا تھا۔

اچھا اچھا فقیرنی لے جا نہیں روک رہے تھے۔

ماہم کے گلے لگتے جمال نے اسے پھر سے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

امی دے دیں نا مجھے یہ والا سوٹ۔

خلدہ بیگم کے پاس رکھا پیارا سا بی بی سوٹ اٹھانے کی کوشش کرتی ماہم نے پھر سے کہا تھا۔

نہیں یہ تو میں اپنے پوتے کو پہناؤ گی۔

ماہم کے ہاتھ پر تھپڑ مارتے ہوئے خالدہ بیگم نے سوٹ وہاں سے اٹھاتے دوسری سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

جب ہوگا تو میں دے دوں گی واپس پہلے میں پہنا لوں گی تو کیا ہو جائے گا امی۔

خلدہ بیگم کو سوٹ نا دیتے دیکھ ماہم نے معصوم سا منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

دے دیں امی اسے جو مانگ رہی ہے دعا لگے گی۔

خلدہ بیگم کے پوتے کی بات پر خاموش ہوتے جمال نے ماہم کی سائیڈ لیتے کہا تھا۔

ایک بار کہہ دیا نا تو پھر نا اس سوٹ میں میرا بیٹا بہت پیارا لگتا تھا۔

جمال کو دیکھتے ہوئے خلدہ بیگم نے خیالوں میں کھوتے ہوئے کہا تھا۔

جمال اور رباب کی شادی کے چند ماہ بعد یہ خوشی ملی بھی کہ وہ سب یہ خوشی پورے طریقے سے منا بھی ناسکے تھے کہ ایک دن اچانک رات میں رباب کی طبیعت خراب ہوئی اور جس کی چیز تھی اس نے واپس لے لی تھی اس کے بعد سے بس دعائیں ہی تھی کہ اللہ جلد از جلد رباب اور جمال کی گود میں ایک چھوٹا سا جمال دے دے۔

پر وہ مالک بے نیاز ہے جب چاہے جب دے دے پر سب کی لاکھ دعاؤں اور ڈاکٹر کی دواؤں کے باوجود یہ خوشی نصیب نا ہوئی تھی شاید اس رب کریم کو ان سب کے مانگے کا طریقہ پسند آگیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس کے بندے اس ہی طرح اس سے مانگتے رہیں۔
تو کہہ تو رہی ہوں جب ہوگا تو واپس کر دوں گی امی آپ میں چاہتی آپ کا نواسہ بھی بھائی جیسا پیارا لگے۔

کیوں جب ہوگا کا کیا مطلب ہے تم دیکھنا بہت جلد ہمیں یہ خوشخبری ملے گی۔

ماہم کی بات پر ناجانے کیوں خلدہ بیگم کو غصہ آیا تھا۔

رباب وہاں کیوں کھڑی ہو اندر آ جاؤ۔

اپنی ماں کی باتوں پر مسکرا دیکھتے جمال کی نظر کھڑی میں رباب پر پڑی تھی۔

تم گئی نہیں ابھی تک ،،، کہاں جا رہی ہے رباب ،،،

جمال کی بات پر خلدہ بیگم نے حیرت سے پوچھا تھا۔

امی تایا جی کے یہاں جا رہی ہے کھانے پر۔

رباب کو خاموش کھڑے دیکھ جمال نے خلدہ بیگم کو بتایا تھا۔

وہ جمال میں تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ دروازے پر کوئی بچہ آیا تھا کہہ رہا تھا کہ مسجد میں جماعت

آئی ہے تمہیں بلایا ہے شام میں مولانا صاحب نے

ایک نظر خلدہ بیگم اور ماہم کو دیکھ کر رباب نے اسے مسجد سے آیا مولانا صاحب کا پیغام دیا تھا۔

میں چلتی ہوں چاچی اچھا ماہم پھر شام میں ملتی ہوں۔

وہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے ہوئے کہتی وہاں گئی تھی۔

بتایا نہیں مجھے رباب نے کہ بھابھی نے بلایا ہے اسے ،،،

آپ کو بتاتی ہی کیا ہیں بھابھی امی جو یہ بتائیں گی پر ایک بات کہوں بھائی آپ کو رباب بھابھی کا روز

روز جانا ٹھیک نہیں ہے آپ دونوں کو ہی پتہ ہے تائی جی فطرت کا۔

رباب کے بدلے ہوئے رنگ ڈھنگ دیکھ کر ماہم نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

کچھ نہیں ہوتا تم اپنے شوہر اور گھر پر دھیان دو اور یہ لو کپڑے اور لے جاؤ۔

اور جمال بیٹا تم بھی کوئی دو چار اچھے اچھے سے کپڑے لا دینا اسے جانے سے پہلے۔

ماہم کو ڈانٹتے ہوئے خلدہ بیگم نے اسے خاموش کرواتے جمال سے کہا تھا۔

رباب اور اس کی والدہ کا بدلتا رویہ تو جمال نے بھی نوٹس کیا تھا پر اب ماہم کی بات نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اچھا ابھی تم یہی ہو یا جاؤ گی۔

جانے کے لیے کھڑے ہوتے جمال نے ماہم سے پوچھا تھا۔

صبح جاؤں گی علی لینے آئے گا،، ٹھیک ہے پھر میں صبح میں لا دوں گا جو بھی تمہیں چاہیے ہو بتا دینا ابھی میں چلتا ہوں۔

ماہم کو کہتا وہ جانے کے لیے مڑا تھا۔

جی کس سے ملنا ہے سر آپ کو۔

سامنے کھڑے کڑیل جوان کو دیکھ کر کمار ہاؤس کے باہر کھڑے چوکیدار نے پوچھا تھا۔

مجھے کمار صاحب سے ملنا ہے نند لال صاحب نے بھیجا ہے۔

چوکیدار کے پوچھنے پر وہ لبوں پر نرم مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

اچھا تو آفس سے آئیں ہیں سر آپ سوری معاف کیجئے گا آپ تو بڑے آدمی ہیں میں نے پہچانا نہیں

آپ کو آئیں بیٹھیں سر وہ گھر میں کوئی نہیں ہے سب گھر والے گنیش جی کی مورتی کی و سرجن کے

لیے گئے ہیں۔

اپنے سامنے کھڑے جوان کی سحر انگیز شخصیت سے متاثر ہوتے چوکیدار نے مسکرا کر کمار صاحب اور

ان کی فیملی کی غیر موجودگی کا بتاتے ہوئے معذرت کی تھی۔

نہیں سر میں کوئی بڑا آدمی نہیں ہوں اور نا ہی میں کمار صاحب کے آفس سے آیا ہوں میں تو یہاں کمار سر سے جا ب کے سلسلے میں ملنے آیا ہوں نند لال صاحب۔۔ے بھیجا ہے۔

چوکیدار کو اچانک آؤ بھگت کرتے ہوئے دیکھ وہ شرمسار ہوتا بولا تھا۔

او اچھا تو تم وہ ہی ہو جس کے بارے میں سر بتا کر گئے تھے مسلم ہو نا تم آآ کیا نام بتایا تھا سر نے

-

اس نوجوان کے بتانے پر چوکیدار نے ذہن پر زور ڈالتے اس کا نام سوچنے کی کوشش کی تھی۔
مصطفیٰ نام ہے میرا ہاں میں مسلم ہوں۔

چوکیدار کے نام سوچنے پر اس نے اپنا نام بتاتے ہوئے مسلم پر زور دیتے تعارف کروایا تھا۔
ہاں یہ ہی نام بتایا تھا سر نے کیا کروں عمر کا تقاضا ہے بھول جاتا ہوں۔
جی۔

وہ حیران ہوا تھا چوکیدار کو خود عمر دراز کا کہتے سن جو دیکھنے میں تقریباً کوئی پینتالیس سال کا ہی ہو گا۔
آپ کی۔

ابھی وہ چوکیدار سے اس کی عمر پوچھتا کہ اچانک تیز آواز میں بجتے بھجن کی آواز سن وہ کانوں پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

سب الرٹ ہو جاؤ لگتا ہے سروالے آرہے ہیں۔

چوکیدار نے سب گارڈز کو الرٹ ہونا کا کہتے اس بتایا تھا۔

وہ ایک سائیڈ پر ہوتا اپنی جیب سے ایئر فونز نکالتا کانوں میں فل والیم میں نعت رسول صہ سننے لگا تھا۔

بھر دو جھولی میری یا محمد صہ

لوٹ کر میں نا جاؤں گا خالی

بھر دو جھولی میری یا محمد صہ

لوٹ کر میں نا جاؤں گا خالی

تم زمانے کے مختار ہو یا نبی صہ

بے جاؤں کے مددگار ہو یا نبی صہ

سب کی سنتے ہو اپنے یوں یا غیر ہوں

سب کی سنتے ہوں اپنے ہوں یا غیر ہوں

تم غریبوں کی غم خوار ہو یا نبی صہ

بھر دو جھولی میری یا محمد صہ

لوٹ کر میں نا جاؤں گا خالی

بھرت یہ کون بیٹھا ہے تمہارے ساتھ تم کسی کو بھی کیسے بیٹھا سکتے ہو اپنے ساتھ۔

مورتی کا و سرجن کر کر آتے کمار صاحب نے چوکیدار کے ساتھ بیٹھے مصطفیٰ کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے غصے کرتے بولے تھے۔

سر یہ وہ ہی لڑکا ہے جس کا نند لال صاحب نے بتایا تھا انہوں نے بھیجا ہے اسے۔

مصطفیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے چوکیدار نے ڈرتے ہوئے وضاحت دی تھی۔

ہنو و و اچھا پوچھا ختم ہونے کے ایک گھنٹے بعد اندر بھیجنا اسے اس سے پہلے فون بھی نا آئے۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

مصطفیٰ کو بے نیازی سے کانوں میں ایئر فون لگائے دیکھ کمار صاحب کو تپ چڑھی تھی۔
جی سر۔

فرما برداری سے گردن ہلاتا چوکیدار نے ایک نظر مصطفیٰ کو دیکھ کر خاموش ہوا تھا۔
اور کتنی دیر لگے گی پوجا تو کب سے ختم ہو گئی ہے ان کی پھر۔

پچھلے دو گھنٹے سے انتظار کرتے مصطفیٰ نے تھک ہار کر ایک بار پھر پوچھا تھا پر چوکیدار کو جواب میں
خاموش دیکھ وہ جانے کے لیے واپس مڑا تھا۔

روکیں سر آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔

اور وہی اندر بیٹھے سی سی ٹی وی پر مصطفیٰ کو واپس جاتے دیکھ کمار صاحب نے چوکیدار کو فون کرتے
اسے روکنے کا کہتے اسے اندر بھیجنے کا کہا تھا۔

چوکیدار کے منہ سے کمار صاحب کا پیغام سن کر خوش ہوا تھا۔

تین ماہ ہو گئے تھے اسے انجان ملک میں وہ جاب کے لیے خوار ہوتے ہوئے کہ کل اچانک نند لال
نامی شخص سے اس کا سامنا ہوا تھا اور اس نے اس کی قابلیت دیکھتے ہوئے اسے کمار صاحب کے یہاں
بھیجا تھا جاب کے لیے۔

سہی کہتی تھی اماں آپ چاچی جمال کو میرے خلاف ورغلاتی ہیں میری غیر موجودگی میں وہ تو آج میں
جمال کو مولوی صاحب کا پیغام دینے گئی تو وہ اوپر اپنی ماں بہن کے ساتھ بیٹھا تھا تو سنا میں نے۔

چاچی کہہ رہی تھی کہ مجھے ابھی تک اولاد نہیں ہوئی پر اب جلد از جلد ہو جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہی ہوا نا کہ وہ اسے یہ کہنا چاہ رہیں تھیں کہ اب تک اولاد کیوں نہیں ہوئی۔
بریانی کھاتی رباب نے خلدہ بیگم کی باتوں کو مرچ مصالحہ لگاتے ہوئے اپنی اماں کے گوش گزار کی تھی

میں تو تمہیں پہلے ہی کہتی تھی پر تمہیں تو اپنی ماں غلط لگتی تھی لے لو مزے پھر اچھا بھلا تمہارا ماموں اپنے حماد بیٹے کے لیے تمہارا رشتہ لے کر آئے تھے ہو جاتی وہاں شادی تو آج میری بیٹی کے بھی اولاد ہوتی۔

لو بھئی اب اس میں ماموں کا بیٹا کہاں سے بچ میں آگیا اماں اور اگر اولاد ہونے میں اگر وہاں بھی اتنا ہی وقت لگتا تو یہ تو اللہ کے حکم پر ہی ہوتا ہے اور آپ پلیر اس سڑیل کا نام نا لیا کریں شکل دیکھی ہے آپ نے اس کی پتہ نہیں کس پر گیا ہے نا تو ماموں ایسے ہیں اور نا ہی ممائی۔

شہناز بیگم کی بغیر سر پیر کی باتوں سے چڑتی ہوئی رباب نے حماد کا ذکر سنتے ہی بریانی کی پلیٹ نیچے رکھتے ہوئے شہناز بیگم کو اس بارے میں کوئی بھی بات کرنے سے روکا تھا۔

اور ویسے بھی یہ بات تو پورا خاندان جانتا ہے جمال اپنے نام کی طرح جمال والا ہے ایسے ہی تھوڑی پھوپھوں نے دعا کا رشتہ میرے جمال کے ساتھ کرنے کے لیے دن رات ایک کئے پر وہ تو صرف مجھ پر لٹو تھا اور میرے ساتھ ہی اچھا لگتا ہے اور اللہ ہماری جوڑی سلامت رکھے۔

جمال کے ذکر پر چہکتی ہوئی رباب نے شہناز بیگم کو خاندان کے سب سے خوبصورت اور ہینڈ سم جمال کا اپنے اور جمال کی جوڑی سلامت کی دعا کی تھی۔

پر آمین کہنا وہ بھول گئی تھی اور ساتھ میں یہ بھی شاید وہ بھول گئی کہ اس کی اور جمال کی شادی سے جبار صاحب اور ان کے گھر میں کوئی خوش نہیں تھا نا آج اور نا ہی تین سال پہلے۔

واہ جی مولوی صاحب آپ کے تو آج کل تیور ہی نہیں مل رہے ہیں۔

مسجد سے نکلتے بلیک جینز اور بلیک ہی شرٹ پہنے جمال کو دیکھ کر اس کے سب سے چھوٹے چاچا جواد کے بیٹے یعنی اس کے چچا زاد حیدر نے کہا تھا۔

کیوں بھائی تیرا کیا کر دیا میں نے اور شفیق بھائی کیا حال ہے۔

سر سے ٹوپی اترتے جمال نے حیدر کو جواب دیتے ساتھ کھڑے شفیق سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا تھا۔
تو مولوی لگتا کہاں سے ہے حفظ قرآن بھول تو نہیں گیا پڑھ کر تو۔

اور یہ پینٹ میں نماز قبول ہو جائے گی تیری۔

جمال کو ٹوپی اتار کر بال سنوارتے دیکھ حیدر نے طنز کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

استغفار اللہ غلط نہیں بولتے حیدر کب بڑے ہو گے تم،،

ارے لوگو تمہارا کیا میں جانو میرا رب جانے قبول کرنا نا کرنا اس رب کریم کے ہاتھ میں ہے۔

جس کی چاہے قبول کر لے جس کی چاہے نا کرے۔

حیدر کے لب و لہجے سے حسد کی بو محسوس کرتے جمال نے اس کے کندھے پر تھپڑ رسید کرتے مسکرا کر کہا تھا۔

میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کام کیسا چل رہا ہے تمہارا، حیدر تم گھر جاؤ میں زرا جمال کے ساتھ آ رہا ہوں

جمال کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شفیق نے آگے بڑھتے ہوئے رک کر حیدر کو گھر جانے کا کہا تھا

کیا ہوا سب ٹھیک ہے بھابھی ٹھیک۔

شفیق کو پریشان و اداس دیکھ جمال نے پوچھا تھا۔

ہاں تیری بھابھی تو ٹھیک ہے پر میری بھابھی ٹھیک نہیں لگ رہی۔

جمال کو جواب دیتے شفیق نے جمال کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

کیوں کیا ہوا ہے کچھ کہا کیا رباب نے تمہیں۔

نہیں مجھے کچھ نہیں کہا پر کل گھر گیا تھا چاچا سے ملنے ان طبیعت کا پوچھنے تو دیکھا بھابھی کو چاچی کے

ساتھ جھگڑتے ہوئے تو دھیان نہیں دے رہا گھر پر جمال ورنہ مجال ہے جو بہو ساس کے آگے بول

جائے۔

کل شام میں ہوئی رباب اور خالدہ کی مڈ بھیڑ یاد کرتے شفیق نے جمال کو گھر پر توجہ دینے کا کہا تھا۔

یار کام میں مصروف ہوتا ہوں ٹائم نہیں دے پاتا پر کل جب میں رات میں گھر گیا تو سب ٹھیک تھا نا

رباب نے کوئی بات کی اور نا ہی امی۔

پریشانی سے پیشانی مسلتے جمال نے شرمندگی سے سر جھکایا تھا۔

پچھلے چار ماہ سے مسلسل گھر میں ہوتے رباب اور خالدہ بیگم کے جھگڑے سے خود بھی پریشان تھا اور آج تو حد ہی ہو گئی تھی وہ جو اپنے گھر کی پریشانی کسی سے شئیر نہیں کرتا تھا اب شفیق کے منہ سے سن وہ شرمندہ ہوا تھا۔

دیکھ جمال کام اپنی جگہ پر گھر پر دھیان دے ایسے چاچی کی بھی طبیعت خراب ہو گی اور ماورہ ابھی چھوٹی ہے اس کے ذہن میں کیا نقش بنے گا ان سب کا۔

تو سمجھ رہا ہے نامیری بات میں کیا کہہ رہا ہوں۔

وہ جمال کو خاموش کھڑے دیکھ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔

یار میں سمجھ گیا جو تو کہہ رہا ہے پر کیا کرو میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں خود بھی نوٹس کر رہا ہوں رباب آج کل۔

کیا آج کل، کچھ نہیں

پریشانی میں بھی جمال اپنے گھر کی پروبلمز اپنے چچا زاد اور بہت اچھے دوست شفیق کے ساتھ بھی شئیر نہیں کی تھی۔

کیوں کے جمال کی ہمیشہ سے یہ سوچ رہی تھی کے گھر کے جھگڑے اگر میں ہی رہیں تو اچھا ہوتا ہے

چل اچھا پریشان نا ہو گھر جا تو میں بھی گھر جاتا ہوں۔

جمال کے گریز کو سمجھتے ہوئے شفیق نے دوستانہ لہجہ اپناتے ہوئے اسے پریشان نا ہونے کا کہا تھا۔

سہی کہا تھا اماں نے آپ چاہتی ہیں نہیں ہیں میں اور جمال خوش رہیں۔
بھابھی چپ کر جائیں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں امی نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کہا۔
تم تو چپ ہی کرو ماورہ تم بہنوں کی ہی تو آگ لگائی ہوئی ہے یہ۔

رباب کو تیز آواز میں چلاتے دیکھ ماورہ نے اسے چپ کروانا چاہا تھا جس پر رباب اس پر ہی چڑھ
دوڑی تھی۔

یہ کیا ہو رہا ہے رباب گھر کے باہر تک تمہاری آواز آرہی ہے۔
گھر میں داخل ہوتے جمال نے رباب کے چلانے پر اسے کہا تھا۔
آتے ہی مجھے سنانے لگے تم بھی کبھی اپنی ماں بہنوں کو بھی سنا دیا کرو جو ہر وقت میرے پیچھے پڑی
رہتی ہیں۔

جمال کی بات پر رباب طیش میں کہتی ہاتھ میں لیا گلاس پھینکتے ہوئے بولی تھی۔
رباب تمیز سے بات کرو ایسا کیا کہہ دیا میں نے یا امی نے تمہیں۔
رباب کے بد تمیز لہجے میں کہنے پر وہ برہم ہوا تھا۔

امی آپ بتائیں گی کیا بات ہوئی،،، میں بتاتی مجھ سے پوچھ لو،،، ایک لفظ اور نہیں میں امی سے بات
کر رہا ہوں تمہاری آواز نا آئے مجھے،، کیا ہوا ہے امی۔

رباب کے بیچ میں بولنے پر وہ انگشت کی انگلی اٹھاتا اسے خاموش رہنے کا کہتا خالدہ بیگم سے گویا ہوا
تھا۔

ماورہ،، منیب،، تم دونوں اپنے کمرے میں جاؤ،،،

جمال بیٹا میں نے تو بس یہ پوچھا تھا کہ کونسے ڈاکٹر نے تمہیں بلایا ہے اور اس پر ہی پتہ نہیں رباب کو کیا ہوا۔

اچھا مطلب صرف میں ہی غلط ہے،،، رباب اب اگر تمہاری آواز آئی تو میں کچھ غلط کر بیٹھوں گا۔ خالدہ بیگم جو اپنے بچوں کو اندر بھیجتی اسے بتانے لگی تھی رباب ان کی بات کاٹتی پھر سے بد تمیزی سے گویا ہوئی تھی جس پر جمال نے غصے سے بلند آواز میں اسے چپ رہنے کا کہا تھا،،، جس کے غصہ کرنے پر وہ خاموش ہوئی تھی۔ کس ڈاکٹر نے بلایا ہے مجھے،،،

وہ ایک بار پھر اپنی ماں کے گھٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ یہ تو اسے ہی پتہ تم اس سے پوچھ لو میں نہیں بتا سکتی لیکن تم اسے اچھے سے سمجھا دو جمال آئندہ میرے چھوٹے بچوں کے سامنے یہ بے ہودہ باتیں نا کریں۔

جمال کے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے ہٹاتی خالدہ بیگم اپنے آنسوؤں پیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چلو تم کمرے میں،،،

خالدہ بیگم کو جاتے دیکھ وہ غصے سے رباب سے مخاطب ہوا تھا۔

کیا بکواس کی ہے تم نے رباب منیب اور ماورہ کے سامنے،،، تم سے پوچھ رہا ہوں بولو گی۔ کمرے میں داخل ہوتے جمال نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا تھا پر رباب کو خاموش دیکھ کر وہ چلایا تھا۔

جمال وہ میں نے،،، میں نے تو،،،

کیا کہا تم نے آگے بولو گی کچھ ابھی تو تمہاری زبان اتنی تیز رفتار سے چل رہی تھی ،،،،
رباب کے ہکلا نے پر وہ غصے سے دیوار پر ہاتھ مارتا ہوا بولا تھا۔
میں نے کوئی ایسی غلط بات نہیں کی تھی صرف یہ ہی کہا تھا کہ ڈاکٹر نے تمہارے ٹیسٹ کروانے کا کہا
ہے بس اس ہی بات پر ،،،،

اس ہی بات پر کیا اور کونسے ٹیسٹ کی بات کر رہی ہو کچھ سہی سے بتاؤ گی۔
رباب کے رک رک کر بولنے پر جمال کو اور زیادہ غصہ آیا تھا۔
ہر بار چاچی مجھے کہتی ہیں میں یہ ناکھاؤں میں وہ ناکھاؤں پر ہیز کر لوں یہاں تک کہ میرے گھر جانے پر
بھی انہیں اعتراض ہوتا ہے اور آج جب میں نے یہ کہہ دیا کہ ڈاکٹر نے کہا ہے مجھ میں کوئی کمی
نہیں ہے جمال کے ٹیسٹ کروانے ہیں تو غصہ کر گئی کہتی ہیں میں نے ماورہ کے آگے غلط بولا کوئی
بتائے مجھے میں نے کیا غلط کہا ہے۔

تم نے یہ ساری بکواس منیب اور ماورہ کے سامنے کی رباب اور کس نے کہا تھا تمہیں پھر ڈاکٹر کے
پاس جانے کا۔
تم یہ بات مجھ سے امی سے اکیلے میں بھی تو کر سکتی تھی میرے گھر آنے کا تو انتظار کیا ہوتا تم نے
رباب۔

وہ رباب کی بات پر غصے و افسوس سے اپنا منہ رگڑتا بولا تھا۔
جمال کی لیے ہی بات شرمندگی کا باعث بنی تھی کہ اس کی بیوی نے ہی بھرے مجموعے میں اپنے
شوہر کی عزت کا تماشا بنایا تھا۔

جمال پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا میں کیوں اتنی ہائپر ہوگی مجھے خود نہیں پتہ مجھے احساس ہو رہا ہے میں غلطی پر تھی جمال مجھ سے غلطی ہوگی۔

اچانک ہی رباب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ خود بھی روتی ہوئی جمال سے معافی مانگنے لگی تھی جس پر جمال حیران ہوا تھا۔

کچھ وقت سے رباب ایسے ہی کرتی تھی جھگڑا کرنے کے بعد رونے لگتی معافی مانگنے لگتی اور کبھی کبھی تو خود ہی خود کے بال نوچتی تھی اور یہ بات جمال کو بہت کھٹکتی تھی۔

تم وہ رباب نہیں ہو جس سے میں نے محبت کی تھی اور شادی کی تم تو کوئی اور ہی ہو میری رباب ایسی نہیں تھی۔

وہ رباب کے پل پل بدلتے روپ سے پریشان ہوتا بولتا ہوا جانے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔

نہیں جمال میں وہ ہی رباب ہوں تمہاری رباب صرف تمہاری رباب میں چاچی سے معافی مانگ لوں گی تم کہوں گے تو پیر پکڑ لوں گی چاچی کے میں نے ان سے بہت بد تمیزی کی نا۔ وہ جمال کو جانے سے روکتی آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ بولی تھی۔

پلیز میرے ساتھ چلو مجھے چاچی سے معافی مانگنی ہے جمال،،، اب صبح بات ہوگی رباب رات کافی ہو گئی ہے۔

نہیں جمال اگر میں نے ان سے معافی مانگنی تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔

وہ جمال کی بات کی نفی کرتی اسے اپنے ساتھ چلنے پر اسرار کرتے ہوئے بولی تھی۔ اچھا ٹھیک ہے چلتے ہیں۔

رباب کی فطرت سے وہ اچھی طرح سے واقف تھا اگر اس کی وجہ سے کسی کا دل دکھتا یا کوئی غلطی ہوتی تو اسے معافی مانگے بغیر رہا نہیں جاتا تھا اس ہی لیے وہ ہامی بھرتا خود کو پر سکون کر گیا تھا۔ مجھے معاف کر دیں چاچی میں جانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گی۔ خالدہ بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑتی رباب نے معافی مانگی تھی۔

کوئی بات نہیں جاؤ سو جاؤ،،،

رباب کے بندھے ہوئے ہاتھ نیچے کرتی خالدہ بیگم نے اپنی عادت کے مطابق اسے نرم لہجے میں اپنے کمرے میں جانے کا کہا تھا۔ امی میں آپ کے پاس سو جاتا ہوں۔

خالدہ بیگم کی طبیعت حساس ہوتے دیکھ جمال نے کہا تھا۔ کیونکہ آج رات شکور صاحب کارخانے میں ہی رکنے والے تھے۔ نہیں تم جاؤ اور رباب کو بھی لے جاؤ۔ سہولت سے انکار کرتی خالدہ بیگم نے انہیں جانے کا کہا تھا۔

بہمہم تو تم ہو وہ جس کی سفارش نند لال نے کی ہے۔

مصطفیٰ کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے کمار صاحب نے طنزیہ کہا تھا۔

مصطفیٰ نام ہے مسلم ہو، عمر چھبیس سال، پاکستان سے آئے ہو، اور تین ماہ سے یہاں امریکہ میں ہوں گھر والے پاکستان میں ہیں تم اپنے گھر کے سب سے بڑے ہو،،،

پوچھا تھا۔

وہ جواب میں مختصر سا بولا تھا۔

جی سر۔

میں کرتا ہوں تمہارے لیے کسی سے باء،،،،،

پریشان سی معصوم آواز پر جمال کو جواب دیتے کمار صاحب کی زبان کو بریک لگا تھا۔

کو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلیں۔

وہ اپنے انگلش لب و لہجے میں ضدی ہوئی تھی۔

جھکائے ہوئے تھے۔

او کے ڈیڈی۔

وہ خوشی سے کہتی جانے کے لیے مڑی تھی پر کسی کی موجودگی پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ہینڈ سم،،،،، یہ تو ڈراموں کے ہیرو جیسا ہے۔

مصطفیٰ تو میں تمہیں جاب پر رکھتا ہوں کو لیفٹیکیشن بھی کافی اچھی ہے تمہاری اور تمہاری ہائیٹ اور جسامت بھی سہی ہے،، اس لیے میں تمہیں ڈرائیور کی جاب دے سکتا ہوں تمہیں میری بیٹی کا ڈرائیور بننا ہوگا وہ جب بھی جہاں بھی جائے گی تم اس کے ڈرائیور کے ساتھ ساتھ اس کے بوڈی گارڈ کے بھی فرائض سرانجام دو گے اگر منظور ہے تو ابھی سے تمہاری جاب اسٹارٹ۔
مجھے منظور ہے سر۔

گڈ رہنے کے لیے سرونٹ کو ارٹر تمہیں مل جائے گا اب تم اپنے کام پر لگ جاؤ۔

مصطفیٰ کے ہاں کرنے پر کمار صاحب اسے کہتے گھر کے اندر کی طرف بڑھے تھے۔

مصطفیٰ کی پرسنلیٹی سے تو وہ پہلے ہی امپریس ہو گئے تھے پر اپنے بنائے مسلمانوں کو جاب نا دینے کے اصولوں کی وجہ سے وہ اسے جانے کا کہنے والے تھے پر پریت کے آنے پر مصطفیٰ کا نظر تو کیا گردن جھکا لینا اس کے حق میں فیصلہ کر گیا تھا۔

آخر کمار صاحب کو ایک ایسے ہی لڑکے کی تو تلاش تھی جو ان کی بیٹی پر غلط نظر بھی نارکھے اور اس کا خیال بھی رکھے اور مصطفیٰ میں انہیں یہ دیکھائی دیا تھا۔

کمار صاحب کے نام سے مشہور وجے کمار کو اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ شفٹ ہوئے اکیس سال گزر گئے تھے۔

امریکہ میں آتے ہی انہوں نے دن رات ایک کر کر اپنا کام شروع کیا اور ایسے ہی دیکھتے ہی دیکھتے وہ امریکہ کہ مشہور ترین بزنس مین بن گئے۔

ان کا اس مشکل وقت میں ان کی بیوی اسیتا نے بھرپور ساتھ دیا تھا کمار صاحب کے تین بچے بڑی بیٹی اپرنا جس کی شادی اپنے ہی دوست کے بیٹے سے وہ پانچ سال پہلے کر چلے تھی اس کے بعد ان کا چوبیس سالہ بیٹا جو کسی انگریز لڑکی پر دل ہار بیٹھا اور اس سے شادی کرتے اس ہی کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

تو بچی ان کی چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی پریت جو تھی تو بیس سال کی پر ماں باپ کے پیار نے اسے بچہ بنا رکھا تھا گھر میں رہنے کی وجہ سے اسے باہر کا کچھ خاص نہیں پتہ تھا پتہ تھا تو صرف وہ جو اس کے ماں باپ اسے بتاتے تھے۔

پریت کی احساس طبیعت کی وجہ سے کمار صاحب نے اسے کبھی اکیلے گھر سے باہر نا جانے دیا تھا خود یا پھر مسسز کمار ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتے تھے پر اب جیسے جیسے پریت بڑی ہو رہی تھی اور یونی جانے لگی تھی تو کمار صاحب کو اس کے لیے کسی بھروسہ مند ڈرائیور کی تلاش تھی جو آج مصطفیٰ کو دیکھ کر پوری ہوئی تھی۔

چلیں پریت بے بی آپ کی کیٹو کو ڈاکٹر کے پاس لے چلیں۔

سکون سے ٹی وی دیکھتی پریت کو دیکھ کمار صاحب نے پیار سے پوچھا تھا۔

نہیں ڈیڈی اب تو وہ ٹھیک ہو گئی وہ دیکھیں دودھ پی رہی ہے بھوک تھی۔
وہ مسکرا کر اپنی کیٹو کو دودھ پیتے دیکھ کر بولی تھی۔

ڈیڈی وہ لڑکا کون تھا۔

جب سے اس نے مصطفیٰ کو گارڈن میں کمار صاحب کے ساتھ دیکھا تھا بار بار اس کے ذہن میں اس کا ہی خیال آ رہا تھا اور اس ہی خیال کے تحت پریت نے معصومیت سے کمار صاحب سے پوچھا تھا۔
وہ لڑکا آپ کا ڈرائیور ہے جو آپ کو یونی آپ کی ہندی کلاس کے لیے لے کر جایا کرے گا اور واپس بھی لے کر وہ ہی آیا کرے گا اور جب کبھی بھی آپ کو کہیں جانا ہوگا وہ آپ کو وہاں بھی لے جائے گا۔

پیار سے پریت کے گال کھینچتے کمار صاحب نے اسے مصطفیٰ کے بارے میں بتایا تھا۔
اس کا مطلب وہ ہینڈ سم لڑکا میرے ساتھ ہوگا۔
کمار صاحب کی بات پر وہ دل میں سوچتی مسکرائی تھی۔

گڈ مارنگ ہینڈ سم اچھے لگ رہے ہو۔

درمیانہ قد کسرتی جسم گولڈن وائٹ اسکن کلر ڈارک براؤن چھوٹی عقابی آنکھیں جو ادب سے جھکی ہوئی تھی ہلکی ہلکی بیرڈ انابی لب جو وہ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کئے ہوئے تھا۔
یونی کے لیے تیار ہوئی پریت مصطفیٰ کو بلیو جینز اور وائٹ شرٹ میں دیکھ اس کا بغور جائزہ لیتی مسکرا کر اسے گڈ مارنگ وش کرتی بولی تھی۔

یہ پریت کا ہی کیا تھا کہ کمار صاحب کو اس نے ہی بڑی مشکل سے مصطفیٰ کو ڈرائیور کی یونی فارم نا پہنے پر راضی کیا تھا اور اب اسے اس طرح کی ڈریسنگ میں دیکھ کر وہ خوش ہوئی تھی۔
تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ ہینڈ سم ہو۔
ایک شعر سناؤ تمہیں۔

وہ مصطفیٰ کو خاموش دیکھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ مارتی فرینک ہوئی تھی۔
چلو سنا ہی دیتی ہوں۔

کون پھر تم کو سراہے گا ہماری طرح

کون رکھتا ہے میری جان ہماری آنکھیں
جی میڈم کیا کہا آپ نے۔

میرا مطلب ہے کہ میرے دوست ہماری آنکھیں۔

مصطفیٰ کے اچانک حیرت سے پوچھنے اور اپنی غلطی کا احساس ہونے پر شرمسار ہوتی ادگرد نظر دوڑاتی
وہ شعر بدل گئی تھی۔

وہ جو پریت کی چلتی زبان اور بے تکی باتوں پر اسے حیرانگی سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اب اس کے
شعر بدلنے پر مثبت میں گردن ہلاتے اس کے لیے بیک ڈور کھولنے لگا تھا۔
پھیکا بندہ۔

کچھ کہا آپ نے میڈم۔

نہیں کچھ نہیں مجھے دیر ہو رہی ہے یونی کے لیے چلیں۔

مصطفیٰ کے پوچھنے پر وہ اپنی زبان دانتوں تلے دباتے ہوئے بات بدلتے گاڑی میں بیٹھی تھی۔

ایسے چپ چاپ گاڑی کیوں چلا رہے ہو کوئی گانا چلا دو ڈرائیور۔

وہ جو مصطفیٰ کو دیکھتی ہوئی اس سے بات کرنے کا بہانا تلاش کرتی تھکی تھی اسے گانے چلانے کا کہتی وندو سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

یارو مجھے معاف کرو میں نشے میں ہوں

بڑی حسین ہے زلفوں کی شام پی لیجے

پریت کے کہنے پر مصطفیٰ نے میوزک پلیئر اون کیا تھا۔

ہمارے ہاتھ سے دو چار جام پی لیجے

پلائے جب کوئی معشوق اپنے ہاتھوں سے

یہ کیا چلایا ہے تم نے کوئی رونٹک سونگ چلاؤ ڈرائیور۔

گانے کے بول سنتے ہی پریت نے بھڑک کر کہا تھا۔

سوری میڈم ابھی بدل دیتا ہوں۔

پریت کے اچانک غصے سے کہنے پر مصطفیٰ نے اس سے معافی مانگتے ہوئے سونگ چینج کیا تھا۔

تھوڑا سا پیار ہوا ہے تھوڑا ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے تھوڑا ہے باقی

ہم تو دل دے ہی چکے بس تیری ہاں ہے باقی۔

بند کرو اسے کوئی بھی تو گانا اچھا نہیں چلا رہے تم۔

اپنے ہی موڈ سے بے زار ہوتی پریت نے اسے میوزک پلیئر آف کرنے کا کہا تھا۔

جس پر مصطفیٰ نے جلدی سے میوزک پلیئر آف کیا تھا اور ایک نظربیک مرر سے پیچھے بیٹھی پریت کو دیکھ کر وہ نظر جھکا گیا تھا۔

اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں آج اس کی جاب کے پہلے دن ہی پریت کے غصے پر کمار صاحب اسے جاب سے ناکال دیں۔

سنو نام کیا ہے تمہارا۔

خود کو پر سکون کرتی پریت نے مصطفیٰ سے اس کا نام پوچھا تھا۔
مصطفیٰ میڈم۔

یہ کیسا نام ہے پہلے تو کبھی نہیں سنا۔

مصطفیٰ کے نام بتانے پر وہ حیرانگی سے سوچتے ہوئے بولی تھی۔

کس نے رکھا تمہارا نام اور کیا مطلب ہے اس نام کا۔

مصطفیٰ کو خاموش دیکھ پریت نے بات کو بڑھانے کے لیے اس سے مزید اس کے نام کے مطلق سوال پوچھے تھے۔

پتہ نہیں میڈم کیا مطلب ہے اس نام کا۔

کمار صاحب نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ اپنے اور اپنے مذہب کے بارے میں پریت سے کوئی

بات نہیں کرے گا اگر وہ پوچھے بھی تو بھی نہیں بتائے گا کچھ صرف اپنے کام سے کام رکھے۔

اور کہاں سے ہو تم اور کیا کیا کرتے ہو۔

مصطفیٰ کے جواب دینے پر وہ مسکرا کر کہتی اس کی چیئر کی طرح جھکی تھی۔

میڈم آپ کو لگ جائے گی آپ پلیز سیدھی ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھیں۔

پریت کے اپنے طرف جھکنے پر مصطفیٰ نے اسے سیدھا بیٹھنے کا کہتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ سلو کی تھی۔

پچھے ہو کر بیٹھوں گی تو تمہیں کیسے دیکھوں گی بولتے ہوئے تم کتنے پیارے لگتے ہو۔

جیسے جیسے

پریت کی پر مصطفیٰ نے اسے دیکھتے گاڑی کو بریک لگایا تھا۔

ایک تو پہلے ہی اس کی باتیں اور پھر اس کا اس طرح اس کی چیئر پر جھکنا اسے پریشان کر رہا تھا اور

اب اس کی بے تکی بات پر اسے غصہ ہی تو آیا تھا۔

تم نے گاڑی کیوں روک دی مصطفیٰ۔

گاڑی کے روکنے پر وہ حیرت سے اس کا نام لئے پوچھ رہی تھی۔

میڈم آپ کی یونیورسٹی آگئی ہے۔

یونیورسٹی کے مین گیٹ کی طرف اشارہ کرتے مصطفیٰ نے پریت کو بغیر دیکھے جواب دیا تھا۔

چلو پھر ٹائم پر لینے آ جانا مجھے باقی کی باتیں پھر کریں گے۔

وہ دوستانہ لہجہ اپناتے ہوئے مصطفیٰ کو مسکرا کر کہتی ہوئی گئی تھی۔

پاگل ہے شاید۔

پریت کو یونیورسٹی میں جاتے دیکھ مصطفیٰ سوچتا ہوا گاڑی موڑ گیا تھا۔

یہ لو کروا آیا ہوں ٹیسٹ دکھا دینا اپنی ڈاکٹر کو ٹھیک ہے۔

صبح ہوتے ہی جمال ڈاکٹر کے پاس جا کر سارے ٹیسٹ کروا آیا تھا گھر آتے ہی وہ فائل بیڈ پر بیٹھی رباب کے آگے پھینکتا ہوا بولا تھا۔

جمال تم کروا بھی آئے اور رپورٹس آ بھی گئیں اتنی جلدی۔

رپورٹ فائل دیکھتی رباب نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لیے پوچھا تھا۔

ہاں نا تم نے کل ان ٹیسٹ کے پیچھے گھر میں اتنا بڑا ہنگامہ کیا تھا تو مجھے تو کروانے ہی تھے نا کیوں کہ میں نہیں چاہتا رباب دوبارہ گھر میں اس طرح کا کوئی جھگڑا ہو۔

اور کل جا کر بلکہ نہیں آج شام میں ہی جاؤ اور رپورٹ دیکھا کر آؤ ڈاکٹر کو اور پوچھ کر آنا تمہارے شوہر میں کیا کمی ہے اور اسے بھی سب گھر والوں کو جمع کر کر تیز آواز میں بتانا تاکہ محلے والوں کو بھی پتہ چل جائے۔

کل رات گھر میں ہوئے جھگڑے کی وجہ سے اس کا غصہ کم بھی نہیں ہوا تھا کہ ابھی کام سے آتے ہوئے پڑوس میں رہتے ایاز صاحب نے اس سے کل گھر میں ہوتے شور کی بابت پوچھا تھا اور وہی جمال کو نئے سرے سے غصہ آیا تھا۔

یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم جمال میں کیا تمہیں ایسی لگتی ہوں میں۔

وہ جمال کو غصے میں دیکھ کر افسوس سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی پوچھ رہی تھی۔

خالدہ کہاں ہو تم خالدہ ،،،، خالدہ۔

پھوپھوں ،،،،،

کیا ہوا ہے نازیہ میں گھر میں ہی ہوں۔

نازیہ بیگم کی آواز پر اپنے کمرے سے باہر آتی خالدہ بیگم نے اسے آگے بڑھتے ہوئے کہا تھا۔
یہ میں کیا سن رہی ہوں۔

کیا سن رہیں ہیں پھوپھوں آپ۔

اپنے کمرے سے آتے جمال نے پھوپھوں کی بات بیچ میں کاٹتے ہوئے پوچھا تھا۔
تم سے بات نہیں کر رہی میں اور تم کرنا بھی مت مجھ سے بات۔
جمال کو غصے سے دیکھتی پھوپھوں نے اس کی طرف سے منہ موڑتے ہوئے کہا تھا۔
کیا کر دیا تمہارے لاڈلے بھتیجے نے اب۔

نازیہ بیگم کے جمال سے بات نا کرنے والی بات پر خالدہ بیگم مسکرا کر ان سے پوچھ رہیں تھیں۔
ناراض تو میں آپ سے بھی بھا بھی بے عزتی کروا دی اس عمر میں میری میرے سسرال میں بھا بھی
آپ نے اور اس نے۔

ناراضگی سے کہتی پھوپھوں نے پہلے خالدہ بیگم اور پھر جمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔
کیا کیا ہے میں نے اور امی نے۔

پھوپھوں کی ناراضگی پر وہ پریشان ہوا تھا۔

جو تم نے کیا ہے نا پورا خاندان تھو تھو کر رہا ہے تم پر اور ہم پر مجھے تو رہے رہے کر آرہی ہے تم
نے نا اپنی سوچیں اور نا ہی ہماری۔

اچھا ہوا جو آج اماں ابا زندہ نہیں ورنہ ابا تو اس بے عزتی کے بعد موت کو ہی گلے لگاتے۔
ہوا کیا ہے پھوپھوں کچھ سہی سے بتائیں گی ایسا کونسا گناہ کبیرہ کر دیا میں نے۔

پھوپھوں کو مسلسل روتے اور پہلیاں بھاتے دیکھ جمال اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔
تم جو اپنے ٹیسٹ کروا کر آئے ہو ان ٹیسٹ کی وجہ سے ہم کہیں منہ دیکھانے کے قابل نہیں رہے
ہیں جمال۔

جمال کو دیکھ کر پھوپھوں نے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔
جمال نے بے ساختہ پیچھے موڑتے خاموش کھڑی رباب کو شکوہ کن نظروں سے دیکھا تھا۔
خطائے محبت کی اچھی سزا دی

میرے دل کی دُنیا بنا کر مٹا دی
یہ کس نے بتایا آپ کو باجی۔

بے یقینی سے رباب کو دیکھتی خلدہ بیگم نے نازیہ بیگم سے پوچھا تھا۔

کیونکہ یہ بات تو جمال اور ان کے شکور صاحب کے علاوہ صرف رباب کو ہی پتہ تھا۔

شہناز بھابھی آئیں تھیں صبح انہوں نے بتایا میرے سب سسرال والوں کو کے جمال مان گیا ہے ڈاکٹر
کے بتائے ہوئے ٹیسٹ کروانے کے لیے اور آج کل میں کروا بھی آئے گا۔

پھوپھوں کہ منہ سے الفاظ نکلنے کی دیر تھی اور وہی ہتک و بے عزتی کے احساس سے جمال کی آنکھوں
میں خون اترتا تھا۔

ایسا کچھ نہیں ہے بھابھی سب ٹھیک آیا ہے بس ڈاکٹر کی غلط فہمی دور کرنے کو کروائے ٹیسٹ رباب کے بھی تو ہوئے ہیں جمال نے کروائے تو کیا ہوا۔

اپنے بیٹے کو خاموش دیکھ کر خالدہ بیگم نے بات سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

کیونکہ کہ جمال نے انہیں پہلے ہی رپورٹس میں کوئی بھی کمی یا خرابی نا ہونے کا بتا دیا تھا۔

بھابھی یہ بات تو سہی ہے پر ایسے سب کو بتانے کی کیا ضرورت تھی۔

ہم نے کسی کو نہیں بتایا نازیہ پتہ نہیں بھابھی جی کو کیسے پتہ چلا۔

کیسے کیا رباب نے ہی بتایا ہوگا اپنی ماں کو۔

خالدہ بیگم کی بات پر پھوپھوں نے رخ خاموش کھڑی رباب کی طرف کرتے ہوئے طنزیہ کہا تھا۔

کیونکہ یہ بات تو سب ہی اچھے سے جانتے تھے کہ رباب شروع سے ہی اپنی ماں کو ہر اچھی بری بات

کی سب سے پہلے خبر دیتی تھی اور آج بھی بالکل ویسا ہی ہوا تھا۔

پھوپھوں کی بات پر شرمسار ہوتی رباب نے گردن جھکائی تھی۔

کیونکہ یہ سچ ہی تھا جمال نے جیسے ہی ٹیسٹ کروانے کے لیے ہامی بھری تھی ویسے ہی رباب نے

شہناز بیگم کو کال کر کر سب بتا دیا تھا اور یہ سب اس ہی کا انجام تھا۔

کہاں جارہے ہو تم جمال۔

جمال کو خاموشی ہے گھر سے باہر جاتے دیکھ خالدہ بیگم نے فکر سے پوچھا تھا۔

نماز پڑھنے امی مغربی ہونے والی ہے۔

وہ مختصر سا جواب دیتا گیا تھا۔

بہت غلط فیصلہ کیا ہے بھابھی آپ نے ممتا میں بہہ کر اگر تین سال پہلے آپ جمال کی وقتی خوشی چھوڑ اس کی ساری زندگی کے لیے خوشیاں چنتی تو آج میرے بھتیجا ایسے نا پریشان ہوتا شادی کے پکے دن سے میرا بچہ زلیل ہی ہو رہا ہے بڑے بھائی اور بھابھی سے۔

رباب کو کمرے میں جاتے دیکھ پھوپھوں خلدہ بیگم سے افسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔
کیسے چہکا کرتا تھا میرا بچہ شادی سے پہلے پر اب تو جب دیکھو کسی ناکسی بات پر پریشان ہی رہتا ہے۔
جمال کے چہرے کی مایوسی کو سوچتی پھوپھوں نے اداسی سے کہا تھا۔

کیسا ہے میرا بیٹا۔

پیار سے جمال کے سر پر پیار کرتی پھوپھوں نے اس کا حال پوچھا تھا۔
بس پھوپھوں آپ کی دعا چاہیے۔

کچن میں جاری دعا کو دیکھ جمال نے شرارت سے کہا تھا۔
چل ہٹ بد معاش مجھے نہیں پتہ کیا تجھے کیا چاہیے۔

جمال کی شرارت سمجھتی پھوپھوں نے اسے چت لگاتے ہوئے کہا تھا۔

جب پتہ ہے تو کیوں بات نہیں کرتی آپ ابو اور تایا جی سے اپنے بھتیجے کے لیے کر دیں یہ مہربانی پھوپھوں۔

وہ پھوپھوں کو دیکھتا معدے کی بات پر آیا تھا جس کے لیے وہ آج بطور خاص اپنی پھوپھوں کے گھر تشریف لایا تھا۔

اچھا تو یہ بات ہے اس لیے آئے ہو آج تم یہاں اتنے دن بعد اپنی شکل دیکھانے۔
جمال کی کان کھنچتی پھوپھوں کہا تھا۔

ارے دعا کان چھوڑواؤ میرا پھوپھوں سے۔

چائے کی ٹرے لیے ہنستی ہوئی دعا کو دیکھ کر جمال نے مدد طلب لہجے میں کہا تھا۔
امی چھوڑ دیں آپ یہ کان تو رباب کھنچھے گی جمال بھائی کے آپ رہنے دیں۔

شہناز بیگم سے کہتی دعا نے چائے ان کی طرف بڑھائی تھی۔

میں جو بات کرو گی تو مجھے کیا ملے گا۔

آپ کے لیے جان حاضر حکم کریں پھوپھوں بلکہ میں آپ کو نیا لون کا برانڈڈ سوٹ لے کر دوں گا
آپ بات بنوا دیں میری۔

چائے پیتے جمال نے پھوپھوں کو نئے لون کے سوٹ کا لالچ دیتے ہوئے کہا تھا۔

جمال بیشک تم رباب کو پسند کرتے ہو پر رباب اور تمہارا کوئی جوڑ نہیں ہے میرے بچے کبھی کبھی من
چاہ شخص ہمیں زمانے میں رسوا کروا دیتا ہے اور پھر تمہیں اچھے سے پتہ ہے رباب تو وہی کرتی ہے جو
اس ماں کہہ دے کیا بھروسہ کل کو ہم رشتہ لے کر جائیں بڑے بھائی بھابھی تو کیا خود انکار کر دے
پھر کیا ہو گا۔

پھوپھوں نے جمال کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کیونکہ یہ بات پورا خاندان جانتا تھا کہ جبار صاحب
اور ان کی فیملی کسی کی سگی نہیں تھی اور جب سے جبار صاحب نے ترقی کی تھی تک سے رو وہ بھول
ہی گئے تھے کہ ان کے تین چھوٹے بہن بھائی بھی ہیں۔

پھوپھوں وہ انکار نہیں کرے گی وہ بھی چاہتی ہے کہ ہم رشتہ لے کر جائیں۔
پھوپھوں کی بات سوچتے جمال پر کسی بات کا اثر نا ہوا تھا اس پر تو بس رباب کی محبت سر چڑھ کر بول رہی تھی۔

اچھا میں چلتا ہوں پھر آؤں گا۔

ناراض ہو کر جا رہے ہو اپنی پھوپھوں سے۔

جمال کو جانے کے لیے کھڑا ہوتے دیکھ پھوپھوں نے اداسی سے پوچھا تھا۔
نہیں پھوپھوں اپنوں سے کون ناراض ہوتا ہے بس کچھ کام یاد آ گیا تھا تو اس لیے جا رہا ہوں۔
شہناز بیگم کے گلے لگتے جمال نے پیار سے کہا تھا۔
کاش تم پہلے سمجھ جاتے جمال تو آج یہ دن نا دیکھنا نا پڑتا میرے بچے تمہیں۔
چلتی ہوں بھابھی۔

پرانی باتیں یاد کرتی پھوپھوں دوپٹے سے آنسوؤں پہنچتی جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اتنی دیر کیوں لگا دی آنے میں تم نے ڈرائیور۔
بیک سیٹ پر بیٹھتی پریت نے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
سوری میڈم آئندہ لیٹ نہیں ہوگی۔

وہ پریت سے معافی مانگتا گاڑی اسٹارٹ کر گیا تھا۔
وہ تو ٹھیک ہے پر لیٹ کیوں ہوئے تم۔

وہ مصطفیٰ کے معافی مانگنے پر مسکرا کر اس سے دیر ہونے کی وجہ پوچھ رہی تھی۔
وہ مجھے ایک ضروری کام تھا،،
تو ہو گیا کام،،،
جی میڈم۔

مصطفیٰ کی بات پر پریت نے مسکرا کر شیشے میں ابھرتے مصطفیٰ کے عکس کو دیکھا تھا۔
ہاں تو ہم صبح کہاں تھے ہاں یاد آیا۔
اچانک ہی اسے صبح ادھوری ہوئی باتیں یاد آئی تھی۔
میرا نام پریت ہے اور میں گھر میں سب سے چھوٹی ہوں۔
وہ ایک بار پھر مصطفیٰ کی چیئر کی طرف جھکتی بولی تھی۔
تمہیں پتہ مصطفیٰ میں بہت خوش ہوں۔
پوچھو گے نہیں میں کیوں خوش ہوں۔
مصطفیٰ کو خاموشی سے ڈائیو کرتے دیکھ کر پریت نے معصومیت سے کہا تھا۔
میں کیا کروں گا جان کر میڈم۔
بغیر پریت کی طرف دیکھے مصطفیٰ نے گاڑی کی اسپید بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔
پھر بھی پوچھ لو۔

مصطفیٰ کی بے رخی پر وہ نم لہجے میں بولی تھی۔
جی آپ کیوں خوش ہیں میڈم۔

وہ پریت کی آواز میں نمی گھولتے دیکھ بے یقینی سے اسے میرر میں دیکھا بولا تھا۔
کیونکہ تم میرے ڈائور بنے ہو نا اس لیے۔

مصطفیٰ کے پوچھنے پر وہ ایک دم سے کھلتی ہوئی بولی تھی جس پر مصطفیٰ نے اسے حیرت سے دیکھتے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

یہ کہیں سچ میں پاگل تو نہیں،، تبھی ہی کمار سر نے مجھے ان کے ساتھ رہنے کا کہا ہو۔
وہ پریت کے پل پل بدلتے رویے کی وجہ سے اسے پاگل سمجھا تھا۔
میڈم گھر آ گیا ہے۔

مسلسل پریت کے دیکھنے پر مصطفیٰ پریشان ہوتے ہوئے بولا تھا۔

او اچھا جلدی نہیں آ گیا گھر پہلے والا ڈرائیور تو پورے آدھے گھنٹے بعد گھر لے کر آتا تھا تم مجھے دس منٹ میں گھر لے آئے اتنی دور سے۔

وہ گھڑی میں ٹائم دیکھتی ہوئی حیرانگی سے بولی تھی۔

میں ڈیڈی سے بات کرتی ہوں۔

اسے مصطفیٰ کا ایسے انور کرنا اور بغیر اس کی بات پوری سننے وہ اسے گھر لے آنا اچھا نہیں تھا تبھی وہ مصطفیٰ کی آنکھوں میں غصے سے دیکھتی ہوئی گاڑی سے اترتی ہوئی بولی تھی۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی ریش ڈرائیو کرنے کی اگر میری بیٹی کو کچھ ہو جاتا تو۔

گھر آتے ہی پریت نے غصے میں کمار صاحب کو کال کرتے ہوئے مصطفیٰ کی بے بنیاد شکایت کی تھی۔

جس پر اپنا سب کام چھوڑتے کمار صاحب غصے میں گھر آئے تھے اور غصے میں مصطفیٰ کو ناجانے کیا کچھ کہہ گئے تھے۔

سر میں نے کوئی ریش ڈرائیو نہیں کی میں تو بلکل آرام سے گاڑی چلا کر لایا ہوں۔
کمار صاحب کی غصے سے خائف ہوتے مصطفیٰ نے آہستہ آواز میں کہا تھا۔

جھوٹ بول رہا ہے ڈیڈی یہ اس نے تیز ہی چلائی تھی گاڑی۔

وہ جو خاموشی سے کمرے کے باہر کھڑی مصطفیٰ کو ڈانٹ پڑتے سن رہی تھی کہ مصطفیٰ کی بات پر اندر آتی غصے سے مصطفیٰ کو دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

ہاں میری بیٹی کیا جھوٹ بول رہی ہے،،،

مصطفیٰ کو غصے سے گھورتے ہوئے کمار صاحب نے کہا تھا۔

اور وہی پریت فخریہ انداز میں اپنے دنوں ہاتھ سینے پر باندھتی مسکرائی تھی۔

سر یونیورسٹی یہاں سے پندرہ بیس منٹ کے فاصلے پر ہی ہے آپ چاہیں تو کسی سے بھی پتہ کروا سکتے ہیں۔

نظر نیچے رکھتے مصطفیٰ نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔

تم مجھے جواب دے رہے ہو تمہاری یہ اوقات ہے۔

مصطفیٰ کی حاضر جوابی پر کمار صاحب کو مزید طیش آیا تھا۔

میں تمہیں ابھی اور اسی وقت اس جاب سے فارغ کرتا ہوں نکلو۔

غصے سے مصطفیٰ کا گریبان پکڑتے کمار صاحب نے اسے جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے کہا تھا۔

ڈیڈی نہیں۔

میرا مطلب ڈیڈی یہ سچ ہی کہہ رہا ہے وہ والا ڈرائیور شاید جان بوجھ کر مجھے لیٹ لے کر آتا تھا۔
کمار صاحب کے غصے سے مصطفیٰ کو جاب سے نکال دینے پر پریت بہکلا کر جلدی میں مصطفیٰ کے حق میں بولی تھی۔

پر پریت بے بی ابھی تو آپ نے کہا کہ اس نے گاڑی تیز چلائی تھی۔
اچانک سے پریت کو مصطفیٰ کی سائیڈ لیتے دیکھ کمار صاحب نے حیرانگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
ڈیڈی میں نے بھی ابھی سوچا یہ سچ ہی تو کہہ رہا ہے وہ جون گندہ تھا تبھی وہ مجھے دیر سے گھر لے کر آتا تھا اور یہ تو پھر اچھا ہونا یہ مجھے وقت پر گھر لے کر آیا میں بھول گئی تھی ڈیڈی۔
ڈیڈی اس کو جانے دیں۔

کمار صاحب کے پوچھنے پر جون اپنے پچھلے ڈرائیور کے بارے میں سوچتے ہوئے پریت تھوڑی روہنسی ہوئی تھی۔

پریت کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے مصطفیٰ نے تاسف سے گردن ہلاتے ہوئے نظر جھکا گیا تھا۔
پریت بے بی آپ ٹھیک ہو۔
تم جاؤ یہاں سے۔

پریت کو گلے سے لگاتے کمار صاحب نے مصطفیٰ کو تھوڑے سخت لہجے میں جانے کا کہا تھا۔
خاموشی سے گردن ہلاتا مصطفیٰ جانے کے لیے مڑا تھا مگر پھر ایک نظر خاموشی سے کمار صاحب کے گلے لگی روتی ہوئی پریت کو دیکھ وہ پریشان ہوا تھا۔

اور اب مصطفیٰ کو یہ بات پریشان کر گئی تھی کہ آخر پریت اس ڈرائیور کے نام پر رونے کیوں لگی تھی

ایم سوری مصطفیٰ میری وجہ سے تمہیں ڈانٹ پڑی کل۔

خاموشی سے ڈرائیو کرتے مصطفیٰ کو دیکھ پریت نے کل کمار صاحب سے ہوئی مصطفیٰ کے درگد یاد کرتے اس سے معافی مانگی تھی۔

تم مجھے معاف نہیں کرو گے۔

پریت کے معافی مانگنے پر جب مصطفیٰ نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا تو پریت نے معصومیت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

جس پر ڈرائیو کرتے مصطفیٰ نے ایک نظربیک مرر سے پریت کو دیکھا تھا پر اسے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ واپس نگاہ موڑ گیا تھا۔

مصطفیٰ کو بار بار پریت کا کل اس ڈرائیور کے نام پر رونا یاد آ رہا تھا اور وہ پریت سے پوچھنا بھی چاہتا تھا اس ڈرائیور کے بارے میں مگر کسے پوچھتا یہ اسے بھی نہیں پتہ تھا۔

آپ کی یونیورسٹی آگئی میڈم۔

مصطفیٰ سوری۔

مصطفیٰ کے خود کو مخاطب کرنے پر پریت نے کان پکڑتے ہوئے معذرت کی تھی۔

آپ مجھے سوری کیوں کہہ رہی ہیں میڈم کل جو ہوا اس میں میرے ہی تصور تھا اگر کل میں آپ کو آپ کی منشا مطابق گھر لے کر جاتا تو ایسا کچھ نا ہوتا اگلی دفع سے میں محتاط رہوں گا آپ جب کہیں گی میں آپ کو گھر لے جاؤں گا۔

اور ایک بات میری آپ سے کوئی ناراضگی نہیں کیوں کہ ایک نوکری کا اپنے مالک سے ناراضگی کا رشتہ نہیں ہوتا۔

اور پلیز پریت میڈم آپ مجھے ملازم یا پھر ڈرائیور کہہ کر پکار سکتی ہیں میرا نام مت لیجئے گا دوبارہ چلتا ہوں۔

ایک ہی سانس میں پریت کو اس کے سب سوالوں کا جواب دیتے مصطفیٰ نے آخر میں تھوڑے نرم مگر سخت لہجے میں اسے اپنا نام لینے سے روکا تھا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کبھی کمار صاحب پریت کے منہ سے اس کا نام سن کر اس پر غصہ کریں یا پھر بے وجہ چلائیں یہ جاب اس کی مجبوری تھی مگر اسے یہ بالکل پسند نہیں تھا کہ کوئی اس پر چلائے یہ وجہ رہی کہ کل وہ خود پر ضبط کھوتا کمار صاحب کو جواب دے گیا تھا۔

دیر ہو رہی ہے میڈم۔

پریت کے لیے دروازہ کھولتے ہوئے مصطفیٰ نے اسے نیچے اترنے کا کہا تھا۔ جس پر وہ خاموشی سے مصطفیٰ کو دیکھتی ہوئی اتری تھی۔

کل کے لیے معذرت خواہ ہوں آج وقت پر آ جاؤں گا آپ کو لینے کے لیے۔

وہ ادب سے پریت کو کہتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے وہ گاڑی کا رخ موڑ گیا تھا۔

مصطفیٰ کی گاڑی کو نم آنکھوں سے دیکھتی ہوئی پریت یونیورسٹی کی جانب بڑھی تھی۔

آگئے آپ لوگ میرے بچہ کیسا ہے۔

گھر میں داخل ہوتے شکور صاحب اور جمال کو دیکھ کر خالدہ بیگم نے آگے بڑھتے ہوئے جمال کا ماتھا چومتے ہوئے پوچھا تھا۔

اس سارے واقعے کے بعد آج چار دن بعد وہ گھر آیا تھا خود کو مسلسل کارخانے میں مصروف رکھتے جمال کو آج شکور صاحب زبردستی گھر لے کر آئے تھے۔

میں ٹھیک ہی ہوں امی۔

خالدہ بیگم کے گلے لگتے جمال نے مسکرا کر کہا تھا۔

اب خوش ہو خالدہ تمہارے لال کو گھر لے آیا ہوں۔

خالدہ بیگم کو خوش ہوتے دیکھ شکور صاحب نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔

ہاں ہاں آپ کی مہربانی شکور صاحب آپ میرے بیٹے کو گھر لے آئے۔

شکور صاحب کی بات کا مطلب سمجھتی خالدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

چلو جاؤ جا کر نہا دھو لو کپڑے دیکھیں ہیں کتنے گندے ہو گئے ہیں تمہارے۔

جی امی۔

خالدہ بیگم کے کہنے پر مختصر سا جواب دیتا آگے بڑھا تھا۔

گھر میں آتے ہی جمال کو خاندان بھر میں ہوئی اس کی بے عزتی اور اپنی بیوی کے جھوٹ یاد آئے تھے جنہیں بھولانے کے لیے وہ پچھلے چار دن سے کارخانے میں ہی رہے رہا تھا۔
میں آتا ہوں ابو جی۔

ایک خاموش نظر اپنے ہنستے مسکراتے گھر والوں پر ڈالتا اپنے کمرے کی سمت بڑھا تھا۔

کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ
کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ
بھولے گا دل جس دن تمہیں
وہ دن زندگی کا آخری دن
ہوگا۔

جمال کو خاموشی سے تیار ہوتے باہر جاتے دیکھ رہا اب نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے جمال کو اس کے کئے وعدے یاد کرواتے ہوئے اپنی بے سری آواز میں گانا گنگنایا تھا۔
جس پر جمال نے پہلے اپنے پکڑے ہوئے ہاتھ کو اور پھر اُسے اچکاتے ناگواری سے رہا کو دیکھا تھا جیسے اس کی آواز کا مزاق اڑایا ہو۔

یاد ہے مجھ کو تو نے کہا تھا
تم سے نہیں روٹھیں گے کبھی

جمال کی نظروں کا مفہوم سمجھتی رباب نے کمرے کا دروازہ بند کرتے موبائل میں سونگ پلے کیا تھا تاکہ آواز باہر بیٹھے شکور صاحب تک نا جائے۔

دل کی طرح سے آج ملے ہیں
کیسے بھلا چھوٹیں گے کبھی

اب تک ناراض ہو جمال اپنی رباب سے تم۔

وہ جمال کے ہاتھ پر زور دیتے ہوئے بولی تھی۔

تیری باہوں میں بیتی ہر شام

بے وفا یہ بھی کیا یاد نہیں

پھر اتنے دن سے گھر کیوں نہیں آ رہے تھے جانتے ہو نا مجھے نیند نہیں آتی تمہارے بغیر۔

وہ لہجے میں محبت کا جہاں آباد کئے ہوئے تھی۔

کام تھا کچھ ضروری اس لیے گھر نہیں آ رہا تھا۔

رباب کی محبت اور نرم آنکھوں میں دیکھتے جمال نے نرمی اس کا گال سہلاتے ہوئے کہا تھا۔

کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ

کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ

یہ بول سن رہے ہو گانے تم،، تم نے بھی مجھ سے وعدہ کیا تھا زندگی کی اچھے برے ہر وقت میں

میرا ساتھ دو گے پھر کیوں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے پورے چار دن دروازے پر نظر رکھے ہوئے تھی

میں شاید تم آج آ جاؤ اور کہہ دو رباب دوبارہ ایسی غلطی مت کرنا۔

اور میں کہتی ہاں جمال اب میں دوبارہ ایسی غلطی نہیں کرو گی مجھے معاف کر دو۔
پر تم نے تو مجھے موقع بھی نہیں دیا معافی مانگنے کا اور چلے گئے کارخانے میری سنی تو ہوتی۔
وہ چار دن سے اپنی آنکھوں میں ضبط کئے آنسوؤں کا بندھ توڑتی ہوئی بولی تھی۔

معاف کر دو اپنی رباب کو میں مانتی ہوں مجھ سے غلطی ہوئی مجھے اماں کو بتانا چاہیے تھا پر میں کیا کرتی
ڈاکٹر نے کہا تھا اگر کوئی مسئلہ ہوا تو بہت پیسے لگیں گے میں نے صرف مدد کے لیے اماں کو بتایا تھا۔
وہ جمال سے معافی مانگتی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اسے ساری بات تفصیل سے بتا گئی تھی۔

او کہنے والے مجھ کو فریبی ہے یہ بتا

وہ جس غم لیا پیار کی خاطر

یا جس پیار کو بیچ دیا۔

میں نے جو کیا ہمارے پیار اور محبت کے لیے کیا تھا مجھے احساس ہے تم کتنی محنت کرتے ہو گھر کا خرچ
اور اگر ڈاکٹر نے زیادہ فیس مانگ لی تو بس یہ سوچ کر میں نے اماں سے پیسے مانگنے کے لیے یہ سب
بتایا تھا۔

نشا دولت کا ایسا بھی کیا

کہ تجھے کچھ بھی یاد نہیں

آئی لو یو جمال میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔

وہ جمال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے سینے سے لگی تھی۔

کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ

کیا ہوا تیرا وعدہ وہ قسم وہ ارادہ
بھولے گا دل جس دن تمہیں
وہ دن زندگی کا آخری دن ہوگا۔

تمہیں کیا لگا تھا رباب تمہارا شوہر تمہارا اور اپنا خرچ نہیں اٹھا سکتا اور پھر تائی جی کو بتا کر انجام تو تم
دیکھ ہی چکی ہو تمہاری ایک غلطی کی وجہ سے تمہارا شوہر آج پورے خاندان میں جانتی ہو کس مشہور
ہے۔

وہ رباب کو خود سے الگ کرتا اسے اپنے روبرو کھڑا کرتا غصے و تکلیف سے بولا تھا۔
جس پر رباب نے اپنی نم آنکھیں اٹھاتے جمال کو دیکھا تھا جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو کہ کیا کہہ رہے ہو
تم۔

پورے خاندان کو لگتا ہے تمہارے شوہر میں کمی ہے اس لیے میری بیوی نے میری ذات کا تماشا بنایا
ہے۔

وہ لمبی سانس کھنچتے غصے تکلیف سے لال ہوئی اپنی آنکھیں رباب کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے کہتا
ایک ایک لفظ پر زور دیتا بولا تھا۔
میں سب کے منہ بند کروا دوں گی۔

کیسے،، کیسے بند کرواؤ گی تم سب کے منہ۔
رباب کی بات پر وہ تلخ ہنسی ہنستا ہوا بولا تھا۔

میں اماں سے کہوں گی جیسے انہوں نے یہ بات پھلائی ہے ویسے ہی سب کو سچ بھی بتائیں گی۔

وہ جمال کی تکلیف اپنے دل میں محسوس کرتی ہوئی بولی تھی۔
جانے دو یار اب کوئی فائدہ نہیں ان سب کا اب تو اوپر منہ بند کرے گا۔
وہ اپنے بالوں میں ہاتھ مارتا ہوا خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کرتا بولا تھا۔
پر جمال۔

پر ور کچھ نہیں ہٹو آگے سے امی انتظار کر رہیں ہونگی مجھے جانا ہے۔
وہ رباب کو سامنے سے ہٹاتا ہوا کمرے سے باہر گیا تھا۔
اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ آج چار دن بعد رباب سے بات ہونے پر پر سکون ہو گیا تھا دل پر جو
بھاری پن تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔

74 سورة المدثر

(مکی — کل آیات 56)

نام کا مطلب : چادر اوڑھنے والا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (1)

اے کپڑے میں لپٹنے والے۔

قُمْ فَأَنْذِرْ (2)

اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ۔

وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ (3)

اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔

وَشِئْبَكَ فَطَهِّرْ (4)

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (5)

اور میل کچیل دور کرو۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرْ (6)

اور بدلہ پانے کی غرض سے احسان نہ کرو۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (7)

اور اپنے رب کے لیے صبر کرو۔

فَإِذَا نُفِرَ فِي النَّاقُورِ (8)

پھر جب صور میں پھونکا جائے گا۔

فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسَىٰ (9)

پس وہ اس دن بڑا کٹھن دن ہوگا۔

عَلَى الْكَافِرِينَ غِيْرٌ (10)

کافروں پر وہ آسان نہ ہوگا۔

جمعہ مبارک کا خطبہ دیتے مولانا صاحب کو بغور سنتا وہ اپنے دونوں ہاتھ باندھے اپنے رب کے حضور میں سر جھکائے حاضر ہوا تھا۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۚ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَّيَسْتَيِّقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ۚ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَلَيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِ- هَذَا مَثَلًا ۚ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشَرِ (31)

اور ہم نے دوزخ پر فرشتے ہی رکھے ہیں، اور ان کی تعداد کافروں کے لیے آزمائش بنائی ہے، تاکہ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ یقین کر لیں اور ایمان داروں کا ایمان بڑھے، اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان دار شک نہ کریں، اور تاکہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کافر یہ کہیں کہ اللہ کی اس بیان سے کیا غرض ہے، اور اللہ اس طرح سے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اور دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کے لیے ہے۔

تمام نمازی بھائی اپنے موبائل فون بند کر دیں اور اپنے شلوار کو ٹخنوں سے اونچا کر لیں۔ خطبہ مکمل کرتے مولانا صاحب نے وہاں مسجد میں موجود سب بھائیوں کو اسپیکر میں ہدایت دیتے نماز کے لیے سیدھے تمہید باندھ کھڑے ہوئے تھے۔

نماز سے فراغ ہوتے ہی مصطفیٰ کو مولانا صاحب نے اپنے پاس بلایا تھا وہ مسلسل خطبہ دیتے اسے روتے اور سر جھکائے دیکھ رہے تھے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرتے وہ مسجد میں بنے ہجرے کی سمت بڑھے تھے۔

السلام و علیہم رحمۃ اللہ وبرکاتہ .

وعلیہم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ .

کیا پریشانی ہے بچہ کیوں پریشان ہو اتنا۔
مصطفیٰ کے سر جھکا کر سلام کرنے پر وہ پیار سے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھ گئے تھے۔

کوئی پریشان نہیں مولانا صاحب بس خوفِ خدا کا احساس ہوا تو رونے لگا۔
مولانا صاحب کے پوچھنے پر وہ نرم مسکراہٹ لبوں پر سجائے گویا ہوا تھا۔
پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں تمہیں مسجد میں کب سے آرہے ہو یہاں کے بھی نہیں لگتے نام کیا ہے تمہارا۔

مصطفیٰ کے لب و لہجے سے وہ بخوبی اندازہ لگا گئے تھے کہ وہ یہاں نیا ہے۔
میرا نام مصطفیٰ ہے اور میں پچھلے کچھ دنوں سے یہاں آ رہا ہوں اس سے پہلے مسلم سوسائٹی میں بنی مسجد میں ہی نماز ادا کرتا تھا۔

اور میں پاکستان سے ہوں اور کچھ ہی مہینوں پہلے یہاں آیا ہوں مولانا صاحب۔
وہ مولانا صاحب کو اپنی یہاں موجودگی اور اس ملک میں نیا ہونے کا بتا گیا تھا۔
ماشاء اللہ لب و لہجہ بہت پیارا ہے تمہارا قرآن پڑھنا آتا ہے۔

مصطفیٰ کی خوبصورت آواز اور ادب میں بات کرنے کا انداز مولانا صاحب کو بھایا تھا۔
جی الحمد للہ میں نے قرآن مجید پڑھا ہوا ہے اور۔
ماشاء اللہ۔

بغیر مصطفیٰ کی بات پوری سنے مولانا صاحب نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔
اور کیا کہہ رہے تھے تم۔

مصطفیٰ کو بات پوری کرنے کا کہتے مولانا صاحب نے اسے دیکھا تھا۔
میں نے قرآن کریم حفظ کیا ہوا ہے۔
ماشاء اللہ سبحان اللہ۔

تم جانتے ہو تمہارا نام پہلے اچھا لگا مجھے پھر تمہاری آواز تمہارے بولنے کا انداز اور اب تم مجھے بہت
پیارے لگ رہے ہو۔

مصطفیٰ کے منہ سے قرآن حفظ کا سن مولانا صاحب نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تھا۔
یہاں کیسے آنا ہوا مسلم کیمونٹی تو بہت دور ہے یہاں سے۔

میں اب یہی آدھے گھنٹے کی مسافت پر رہتا ہوں وہی کام کرتا ہوں۔

مولانا صاحب کے پریشانی سے استفسار کرنے پر وہ مسکرا کر اپنا پتہ بتاتا ہوا بولا تھا۔

اچھا مولانا صاحب اجازت دیں مجھے ابھی کام پر جانا ہے وقت ہو گیا ہے میں پھر ملتا ہوں آپ سے۔
وہ اپنے بائیں ہاتھ میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا مولانا صاحب سے اجازت لیتا کھڑا ہوا تھا۔
لازمی آنا ملنے خدا حافظ۔

خدا حافظ مولانا صاحب۔

وہ ادب سے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھک کر کہتا ہوا آگے بڑھا تھا۔

تو یہ یہاں اس محل میں آتا ہے مطلب یہ کوئی غریب نہیں یہ کوئی جاسوس ہے۔
پچھلے کئی دنوں سے وہ مصطفیٰ کا ٹائم پر نا آنا نوٹ کر رہی تھی۔

آج بھی جب وہ یونی سے نکلی تو گاڑی کو پہلے سے موجود دیکھ کر خوشی سے گاڑی کی سمت بڑھی تھی
پر گاڑی کو لاکڈ اور مصطفیٰ کو کہیں نا پا کر وہ یونی کے ارگرد نظر دوڑاتے ہوئے اسے ڈھونڈنے لگی تھی

اب اسے مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھ کر وہ پیچھے ہوتی سائیڈ پر چھپتے ہوئے سوچتی پریشان ہوئی تھی۔
ایکسیوز می،،، کیا آپ پلیز پریت کمار کو بلا دیں گے۔

وہ مسجد سے نکلتا ہوا جلدی میں ٹوپی اپنی جیب میں رکھتا یونیورسٹی کے وائچ مین سے پوچھ رہا تھا۔
وہ تو چلی گئی سر۔

مصطفیٰ کے پوچھنے پر وائچ مین نے وائٹ جینز اور وائٹ شرٹ پہنے اس پر براؤن ویسٹ کوٹ پہنے
مصطفیٰ کو بغور دیکھتے اسے سر کہتے ہوئے کہا تھا۔

پر میں تو ابھی آیا ہوں انہیں لینے کے لیے پھر وہ کس کے ساتھ چلیں گئیں۔

چوکیدار کے پریت کے چلنے جانے کا کہنے پر مصطفیٰ نے پریشان ہوتے اپنے بالوں میں ہاتھ مارتے
ہوئے پوچھا تھا۔

آگئے تم۔

مصطفیٰ کو پریشان دیکھ پریت اس کے پیچھے آتی مسکرا کر بولی تھی۔

پریت میڈم آپ کہاں چلی گئی تھی۔

پریت کو دیکھتے ہوئے مصطفیٰ نے فکریہ انداز میں پوچھا تھا۔

جس پر پریت مسکرائی تھی۔

کیوں تم میرے لیے پریشان ہو رہے تھے۔

مصطفیٰ کے سوال کو یکسر انکورتی ہوئی وہ شرارت سے مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ مارتی ہوئی بولی تھی۔

جی میں اپنے لیے پریشان ہو رہا تھا اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں سر کو کیا جواب دیتا۔

پریت کو دیکھتے مصطفیٰ نے اسے کمار صاحب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

جس پر وہ زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے ہوئے تھی۔

تم کہاں گئے تھے گاڑی سامنے ہی کھڑی تھی پر تم نہیں تھے کیوں۔

گاڑی میں چھائی خاموشی کو توڑتی پریت نے مرر سے نظر آتے مصطفیٰ کو مشکوک نظروں سے گھورتے

ہوئے پوچھا تھا۔

جیسی،،، جی میڈم میں یہیں تھا آپ کا انتظار کر رہا تھا۔

پریت کے مشکوک انداز پر مصطفیٰ تھوڑا گھبرایا تھا۔

تم ڈر کیوں رہے ہو میں نے تو نارمل سا سوال کیا ہے۔

مصطفیٰ کے ہکلائے پر وہ اس کی سیٹ کی طرف آتی مسکرا کر بولی تھی۔
تم اگر کوئی جاسوس ہوئے نا مصطفیٰ تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔
وہ مصطفیٰ کی سیٹ پر جھکی اسے بغور دیکھتے ہوئے دل میں سوچ کر افسردہ ہوئی تھی۔

ممی ڈیڈی کہاں ہیں۔

شام میں آفس سے واپس آئے کمار صاحب کا پوچھنے وہ
کچن میں ملازمہ کے سر پر کھڑی مسسز کمار سے پوچھ رہی تھی۔
اسٹیڈی میں ہونگے پر آپ کو کیا کام پڑ گیا اتنی رات میں گیارہ بجے اپنے ڈیڈی سے اور یہ کیا پہنا ہے
آپ نے۔

پریت کو جواب دیتی مسسز کمار کی نظر جیسے ہی پریت پر پڑی تھی تو اسے سلیوز لیس بے بی شرٹ
جس کی سلیوز پریت میڈم نے خود کاٹی تھی اس پر کھلے ٹراؤزر میں اسے دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا
تھا۔

اگر ڈیڈی جلدی آ جاتے تو میں ان سے جلدی پوچھ لیتی ممی اب وہ دیر سے آئیں ہیں تو دیر سے
جاؤں گی نا ان کے پاس۔

وہ معصومیت سے کہتی مسسز کمار کے پوچھے گئے سوال کو گول کرتی ان کے گلے لگی تھی۔
وہ تو ٹھیک ہے پر یہ۔

پر وہ اسے خود سے الگ کرتی ایک بار پھر اس کی کٹی شرٹ کی طرف اشارہ کرتی بولیں تھیں۔

مئی آپ کو پتہ تو ہے مجھے سیلوز سے الجھن ہوتی ہے اس لیے میں نے کاٹ دی اس کی سیلوز۔
وہ معصوم سامنے بناتے ہوئے سر جھکا کر بولی تھی۔

جس پر مسسز کمار مسکرائیں تھیں۔

آپ نہیں سدرہیں گی اس کا مطلب اچھا جائیں ٹھیک ہے پھر جائیں اور جلدی بات کر کر سونے چلی جائے گا۔

پریت کو پیار کرتی مسسز کمار نے اسے جلدی سونے کی تلقین کرتے ہوئے کہا تھا۔
اوکے مئی۔

وہ جلدی میں کہتی اسٹیڈی کی طرف بھاگی تھی۔
کون۔

ڈیڈی میں اندر آ جاؤں۔

وہ تو آپ پہلے ہی اندر آ گئی ہیں پریت بے بی۔

اسٹیڈی کے دروازے سے اندر جھانکتی ہوئی پریت نے اندر آنے کی اجازت لی تھی جس پر کمار صاحب نے مسکرا کر کہتے ہوئے اپنی فائلز بند کرتے اسے اندر آنے کا کہا تھا۔

آپ اب تک جاگ رہی ہیں صبح یونی نہیں جانا آپ کو۔

ریسٹ واپس میں ٹائم دیکھتے ہوئے کمار صاحب نے تھوڑے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔
وہ ڈیڈی میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ کمار صاحب کے سخت لہجے سے گبھراہٹ کا شکار ہوئی تھی۔

کیا ہوا پریت بے بی ادھر آئیں میرے پاس۔
 پریت کو گھبراتے ہوئے دیکھ کمار صاحب نے اسے پیار سے اپنے پاس بلایا تھا۔
 ڈیڈی مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔
 وہ کمار صاحب کے پاس بیٹھتی ہوئی بولی تھی۔
 کیا بات کرنی تھی میری بیٹی نے مجھ سے جو وہ سوئی نہیں اور میرا انتظار کر رہی تھی۔
 پریت کو نارمل کرنے کی خاطر کمال صاحب نے پیار سے اس کے گال کھینچتے ہوئے پوچھا تھا۔
 ڈیڈی وہ جو ڈرائیور ہے نا وہ گندہ جھوٹا ہے۔
 کمار صاحب کو دیکھتی ہوئی پریت نے بات کا آغاز کیا تھا۔
 کیا مطلب ہے اس بات کا اس نے کچھ کیا آپ کے ساتھ۔
 پریت کی بات پر کمار صاحب کی آنکھوں میں خون اتر ا تھا۔
 نہیں اس نے میرے ساتھ کچھ نہیں کیا پر وہ کچھ کرے گا۔
 وہ کمار صاحب کو غصے میں دیکھ کر جلدی میں بولی تھی۔
 پھر آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں پریت بے بی سہی سے بتائیں۔
 پریت کی بات نا سمجھتے ہوئے کمار صاحب نے اسے سب صاف صاف بتانے کا کہا تھا۔
 ڈیڈی وہ کوئی جاسوس ہے وہ بہت امیر آدمی ہے۔
 یہ آپ کو کس نے کہا یہ سب جھوٹ ہے۔
 پریت کی نا سمجھی پر مسکراتے ہوئے کمار صاحب نے اس کے سر میں ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا تھا۔

کیونکہ وہ خود مصطفیٰ کی جنم کنڈلی نکلوا چکے تھے اور اس میں انہیں کوئی بھی تو خرابی نظر نہ آئی تھی اس لیے وہ پریت کی باتوں پر مسکرائے تھے۔

ڈیڈی میں سچی کہہ رہی ہوں میں نے اسے بڑے سے محل سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے اپنی آنکھوں سے آپ مان لیں میری بات وہ جاسوس ہی ہے۔

کمار صاحب کو اپنی باتوں پر مسکراتے دیکھ پریت نے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

کون سے محل سے نکلتے ہوئے دیکھا آپ نے اسے اور کہاں دیکھا آپ نے اسے آپ تو یونی جاتی ہیں پھر۔

پریت کی بات پر کمار صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

وہ ڈیڈی وہ آج جب میں یونیورسٹی سے نکلی تو میں نے دیکھا گاڑی تو کھڑی تھی پر وہ نہیں تھا پھر میں نے ادھر ادھر نظر گھمائی تو میں نے اسے ایک محل سے نکلتے ہوئے دیکھا۔

وہ کمار صاحب کے پوچھے گئے سوال پر گبھراتی اپنے اس کے پیچھے جانے کی بات کو الگ ہی جاما پہناتی ہوئی بولی تھی۔

پہلی بات آپ دوبارہ اس کا پیچھا نہیں کریں گی میں اسے دیکھ لوں گا وہ دوبارہ اس طرح آپ کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جائے گا اور دوسری بات یہ جاسوس کون ہوتا ہے پتہ ہے آپ کو۔

پریت کی باتوں پر مسلسل مسکراتے ہوئے کمار صاحب نے اس کی چھوٹی سی ناک دباتے ہوئے اسے تھوڑے سخت مگر پیار سے پوچھا تھا۔

جی مجھے پتہ ہے جاسوس کون ہوتے ہیں جاسوس وہ ہوتے ہیں جو چھپ کر حملہ کرتے ہیں۔

پریت کے معصومیت سے بتانے پر کمار صاحب قہقہہ لگا گئے تھے۔
ڈیڈی آپ ہنس کیوں رہے ہیں۔

کمار صاحب کو ہنستے دیکھ وہ ناراضگی سے بولی تھی۔
سوری سوری اب نہیں ہنستا آپ بتائیں آگے۔

پریت کی ناراضگی سے کہنے پر وہ بامشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولے تھے۔

میں نے ڈارے میں دیکھا تھا ایک لڑکا جھوٹ بولتا ہے کہ وہ غریب ہے پر وہ جاسوس ہوتا ہے اور
کل آپ میرے ساتھ چلے گا میں آپ کو کل وہ والا محل دیکھا کر لاؤں گی۔
وہ انہیں اس محل کا بتاتی اپنے ساتھ چلنے کا کہ گئے تھی۔

تم سوئی نہیں ابھی تک۔

کمار صاحب کی کافی لے کر آتی مسسز کمار نے پریت کو وہاں موجود پا کر پوچھا تھا۔
چلیں اب آپ کا جا کر سو جائیں ہم صبح چلیں گے ٹھیک ہے۔
اوکے ڈیڈی گڈ نائٹ گڈ نائٹ ممی۔

کمار صاحب کے ساتھ چلنے پر ہامی بھرتے دیکھ کر وہ مسکرا کر ان دونوں سے ملتی ہوئی سونے کے لیے
گئی تھی۔

کیا بات کر رہی تھی آپ کی لاڈلی۔

کافی مگ کمار صاحب کے سامنے بڑھاتی مسسز کمار نے پوچھا تھا۔

آپ میری بیٹی کے ساتھ یہ فالتو کے ڈرامے دیکھنا چھوڑ دیں اسیتا پریت کے دماغ میں ان ڈراموں نے خناس بھر دیا ہے کہتی ہے وہ ڈرائیور جاسوس ہے اور امیر آدمی ہے۔ مسسز کمار کے پوچھنے پر کمار صاحب نے پریت کی باتوں کا سارا الزام ان پر دھرا تھا۔ میں تھوڑی کہتی ہوں اسے ڈرامے دیکھنے کا وہ تو اس جون کی وجہ سے میں نے اسے ڈرامے دیکھنے کی اجازت دی تھی۔

بھکوان گندی موت مرے وہ جون۔ کمار صاحب کی بات پر ناراض ہوتی مسسز کمار نے جون کو کوسے ہوئے کہا تھا۔ اسیتا آپ نے غور کیا پریت میں مثبت تبدیلیاں آ رہی ہیں وہ ہنسنے لگی ہے باتیں کرنے لگی ہے پہلے کے جیسی اور تو اور اس لڑکے کو بھی بہت پریشان کرتی ہے۔ آج وہ اس مصطفیٰ کا پیچھا کرنے گئی تھی۔ پریت میں ہوتی تبدیلی دیکھ مسٹر کمار نے مسکرا کر سوچتے ہوئے کہا تھا۔ ہاں سہی کہہ رہے ہیں کمار صاحب۔ کمار صاحب کی بات پر رضامند ہوتی مسسز کمار بھی مسکرائی تھیں۔ وہ آج پورے دو ماہ بعد اپنی بیٹی کو پہلے والی ٹون میں دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔

کیا ڈھونڈ رہے ہیں شکور صاحب۔ کمرے میں داخل ہوتی خالدہ بیگم نے لوکر سے کچھ ڈھونڈتے شکور صاحب سے پوچھا تھا۔

خالدہ مجھے زمین کے سپر نہیں مل رہے رکھے تو یہی تھے۔

خالدہ بیگم کے آنے پر شکور صاحب نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

کیوں کیا کرنا ہے آپ کو ان کا۔

شکور صاحب کے پوچھنے پر خالدہ بیگم نے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

کہاں ہے وہ بتاؤ خلدہ کام آ رہے ہیں مجھے جلدی بتاؤ کہاں رکھے ہیں۔

خلدہ بیگم کے دیکھنے کو نظر انداز کرتے شکور صاحب نے الماری کے دوسرے ڈرول ٹیٹولتے ہوئے کہا تھا۔

میں نہیں بتاؤں گی آپ نے پھر وہ بھی بیچ دینی ہے ابھی ایک بیٹی در پر بیٹھی ہے شکور صاحب۔

زمین کے سپر دینے سے انکار کرتی خالدہ بیگم بیڈ پر جا بیٹھیں تھیں۔

مجھے پتہ ہے خالدہ پر ابھی ہمیں ضرورت ہے ان کی ہمارا بیٹا پریشان ہے ہم ماورہ کے لیے بھی کچھ کر لیں گے۔

وہ بیڈ پر خلدہ بیگم کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولے تھے۔

کیا پریشانی ہے اور پہلے کیوں نہیں بتایا آپ نے مجھے۔

شکور صاحب کی بات پر انہوں نے بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

کارخانے کی پہلے دو مشینیں خراب تھی آج ایک اور خراب ہو گئی ہے ان کا کام کروانا ہے ڈھائی تین

لاکھ اس میں لگ جائیں گے اور پھر اوپر سے کارخانے کا خاتہ بھی بنوانا ہے اور میں سوچ رہا ہوں جمال

کے نام کروا دوں کیا کہتی ہو۔

خالدہ بیگم کو سمجھتے ہوئے شکور صاحب پریشانی سے گویا ہوئے تھے۔
 میں آج یوں کل نہیں میرے بعد تو وہ ہی بڑا ہے تمہارے اور بچوں پر اور ہم دونوں ہی اچھے سے
 جانتے ہیں اپنے بیٹے کو وہ سب اچھے سے سنبھال لے گا۔
 خالدہ بیگم کو خاموش دیکھ شکور صاحب نے انہیں اپنی طبیعت کے ناساز ہونے کی وجہ سے سمجھایا تھا۔
 جب سے شکور صاحب کو دل کا دورہ پڑا تھا تک سے وہ ایسے ہی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔
 کیسی باتیں کرتے ہیں آپ آپ کو کچھ نہیں ہو سکتا۔
 شکور صاحب کی بات پر خالدہ بیگم نے خفگی سے کہا تھا۔
 تو اس کا مطلب تم نہیں دے رہی مجھے زمین کے پیپر۔
 خالدہ بیگم کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر شکور صاحب بات بدلتے بولے تھے۔
 کیوں نہیں دوں گی میرا بیٹا پریشان ہے تو میں بھی پریشان ہوں اور میں اسے پریشان نہیں دیکھ سکتی
 شکور صاحب۔
 آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتی اٹھ کر اپنے سیف سے زمین کے پیپر نکال کر لائیں تھیں۔
 یہ لیں اور کارخانہ جمال کے ہی نام کروادیں مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔
 زمین کے پیپر ان کو دیتی وہ مسکرائیں تھیں۔

گاڑی روکیں ڈیڈی آگیا محل۔
 پچھلے آدھے گھنٹے سے کمار صاحب کو وہ خوار کرتی اب سہی جگہ پہنچی تھی۔

یہاں سوچ لیں پریت بے بی یہ ہونا کہ پھر آپ بھول گئی ہوں۔
 پریت کے بار بار رستہ بھول جانے کی وجہ سے کمار صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
 نہیں ڈیڈی یہ سہی ہے وہ دیکھیں وہاں ہے وہ محل۔
 کمار صاحب کو اپنی طرف دیکھتے پا کر کر وہ سامنے نظر آتی کسی گلی کی طرف اشارہ کرتی بولی تھی۔
 آپ چلیں میرے ساتھ وہاں ہے وہ محل آپ دیکھیں گے تو حیران ہو جائیں گے اتنا خوبصورت محل
 ہے ڈیڈی۔
 وہ مسجد کی تعریف کرتی کمار صاحب کو اپنے ساتھ چلنے کا کہتی گاڑی سے نیچے اتری تھی۔
 جس پر کمار صاحب سیٹ بیلڈ کھوتے ہوئے گاڑی ہے اترے تھے۔
 یہ دیکھیں ڈیڈی ہے نا خوبصورت اور بڑا۔
 وہ خوبصورتی سے سفید اور فروزے ٹیلش سے بنی مسجد کو ستائش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی
 تھی۔
 جسے دیکھ کمار صاحب کو تو جیسے چپ لگی تھی۔
 دیکھا آپ بھی حیران ہو گئے نا ڈیڈی اب چلیں ڈیڈی اندر چلتے ہیں۔
 کمار صاحب کی خاموشی نوٹ کرتی وہ ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ اندر لے جانے لگی
 تھی۔
 روکو پریت۔
 پریت کو اندر جاتے دیکھ کمار صاحب نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑتے روکا تھا۔

پر کیوں ڈیڈی۔

وہ کمار صاحب کے روکنے پر انہیں حیرانگی سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

کیونکہ ہم اس کے اندر نہیں جاسکتے اور نا میں یہاں جانا چاہتا ہوں۔

وہ پریت کے سوال پر مسجد کے دروازے پر ناگواری سے دیکھتے گویا ہوئے تھے۔

ٹھیک ہے آپ نہیں جائیں میں چلی جاتی ہوں۔

نہیں آپ بھی جائیں گی یہاں پریت۔

وہ جو کنار صاحب کے اندر جانے سے منع کرنے پر خود مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی کہ کمار

صاحب نے اس کا ہاتھ سختی سے کھینچتے نیچے اتارا تھا۔

پر ڈیڈی مجھے یہ اندر سے دیکھنا ہے یہ محل باہر سے اتنا خوبصورت ہے تو اندر سے تو اور بھی زیادہ

ہوگا۔

وہ کمار صاحب کی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کروانے کی کوشش میں نم لہجے میں بولی تھی۔

کہا نا نہیں جائیں گی آپ وہاں۔

وہ پریت کو ضد کرتے دیکھ سخت ہوئے تھے۔

پر کیوں ڈیڈی وہ ڈرائیور تو جاتا ہے۔

وہ مصطفیٰ کو سوچتی اپنے سامنے کھڑے کمار صاحب کو مسجد کی طرف اشارہ کرتی بولی تھی۔

وہ جاسکتا ہے کیونکہ وہ مسلم ہے پر آپ نہیں جاسکتی کیونکہ یہ ہمارے دھرم کے خلاف ہے پریت۔

کمار صاحب نے پریت کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

وہ مسلم ہے ڈیڈی۔

کمار صاحب کے منہ سے مصطفیٰ کی حقیقت جان کر جان کر وہ ناجانے کی اداکاری کرتی تعجب سے بولی تھی کیونکہ یہ بات تو وہ پہلے دن ہی مصطفیٰ کا نام گوگل کر پتہ کر چکی تھی کہ وہ مسلم ہے۔

ہاں وہ مسلم ہے جیسے ہم مندر جاتے ہیں ویسے وہ یہاں آتا ہے پوجا کے لیے۔

پر مسلم لوگ تو پوجا نہیں کرتے ڈیڈی۔

کمار صاحب نے اسے مصطفیٰ کا مسلمان ہونے کا بتاتے اسے اپنے طور مصطفیٰ کا مسجد میں پوجا کرنے کا بتایا تھا پر پریت ان کی بات کاٹتی ان سے سوال کر گئی تھی۔

نہیں کرتے ہوں ہمیں کیا آپ دوبارہ یہاں نہیں آئیں گی۔

بلکہ میں اس مصطفیٰ کو آج ہی فراغ کرتا ہوں۔

پریت کو یہاں آنے سے روکنے کے لیے کمار صاحب نے مصطفیٰ کو ہی جاب سے نکالنے کا فیصلہ کیا تھا

-

نہیں ڈیڈی میں یہاں نہیں آؤں گی پر آپ اس ڈرائیور کو ناکالیں اسے ہی رہنے دیں۔

کمار صاحب کے منہ سے مصطفیٰ کو نکالنے کی بات سن پریت کو لگا جیسے کوئی اس کی جان نکال دے گا

-

ٹھیک ہے ہم اس بارے میں گھر چل کر بات کریں گے۔

وہ پریت کو پریشان ہوتے دیکھ کر اسے گھر چلنے کا کہتے واپسی کے لیے مڑے تھے۔

مصطفیٰ پلیز اب تم کہیں نہیں جانا۔

وہ کمار صاحب کے پیچھے چلتی بار بار مڑ کر مسجد کو دیکھتی دل میں سوچ رہی تھی۔

میں نے کہا بھی تھا تم سے کہ میری بیٹی سے اپنے مذہب کو دور ہی رکھنا پر تم نے اسے مسجد دیکھا دی

مصطفیٰ کو گردن جھکائے کھڑے دیکھ کمار صاحب نے سخت گیر لہجے میں کہا تھا۔
سر مجھے نہیں بتا پریت میڈم کیسے گئیں وہاں۔

کمار صاحب کے سوال پر وہ گردن جھکائے ہوئے بولا تھا۔

وہ کل تمہارے پیچھے گئی اور اس نے وہاں تمہیں دیکھا وہ تو بھگوان کا شکر تھا جو وہ اندر نہیں گئی۔
مصطفیٰ کو بتاتے کمار صاحب نے بھگوان کا شکر کیا تھا کہ پریت مسجد میں ناگئی تھی۔

معذرت سر میں آئندہ خاص خیال رکھوں گا کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے۔

کمار صاحب کو پریشان دیکھ مصطفیٰ نے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا اس غلطی کی معذرت جو اس نے
کی بھی نہیں تھی۔

ٹھیک ہے میں نے تم پر یقین کیا ہے اسے توڑنا نہیں خیال رکھنا آگے سے۔

مصطفیٰ کی بات پر یقین کرتے کمار صاحب نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

ایک ماہ میں انہیں اس بات کا اندازہ اچھے سے ہو گیا تھا کہ مصطفیٰ سے بہتر اور بھروسہ مند شخص
انہیں اور کوئی نہیں مل سکتا اور یہی وجہ تھی کہ وہ مصطفیٰ کو ایک اور موقع دے گئے تھے۔

اب تم جاؤ اور آگے سے خیال رکھنا۔

مصطفیٰ کو جانے کا کہتے کمار صاحب نے خیال رکھنے پر زور دیتے کہا تھا۔
جس پر وہ خاموشی سے گردن ہلاتا وہاں سے گیا تھا۔

بھائی۔

کمرے کے دروازے پر کھڑی ماورہ نے جمال کو پکارا تھا۔
آ جاؤ ماورہ۔

ماورہ کی آواز پر جمال نے اسے اندر آنے کا کہا تھا۔
جس پر پاس بیٹھی رباب جمال کے پاس سے اٹھتی ایک سائیڈ پر کھڑی ہوئی تھی۔
بھائی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔

رباب کو دیکھتی ماورہ نے ڈرتے ہوئے جمال سے کہا تھا۔
جس کا مطلب سمجھتی رباب جانے کے لیے مڑی تھی پر جمال نے اسے اشارہ کرتے روکنے کا کہا تھا۔
کیا بات ہے ماورہ بچہ جو بھابھی کے سامنے نہیں ہو سکتی۔
ماورہ کو دیکھتے ہوئے جمال نے نرمی سے پوچھا تھا جس پر وہ گردن جھکا گئی تھی۔
ماورہ ابھی بھی ناراض ہے مجھ سے جمال۔

جمال کے ماورہ سے پوچھنے پر رباب نے ماورہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
سیج میں ماورہ۔

وہ بے یقینی سے اپنی بہن کو دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

ماورہ جو کبھی بھی کسی سے بھی ناراض نہیں ہوتی تھی اور وہ اب پچھلے چار دن سے رباب سے ناراض تھی یہ بات جمال کو حیران کر گئی تھی۔

نہیں بھائی ایسی بات نہیں ہے بھائی میں بھابھی سے ناراض نہیں ہوں وہ بھابھی نے کہا تھا میں ان سے بات ناکروں تو بس اس لیے ان سے بات نہیں کی۔

جمال کو حیرانگی سے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ روہانسی ہوئی تھی۔

اچھا کوئی بات نہیں بات کرو جو کرنے آئی تھی اپنے بھائی سے۔

ماورہ کو روتے دیکھ رباب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے مسکرا کر کہا تھا۔

جس پر ماورہ نے آنکھوں میں پانی لیے رباب کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا جہاں کوئی بھی ناراضگی نا تھی۔

وہ ایسی ہی تو تھی پہلے ہر ایک سے اچھے سے ملنے والی شکور چاچو اور چاچی کی عزت کرنے والی اپنے چھوٹے دیور اور نند سے پیار کرنے والی پر پھر اچانک اسے کیا ہوا تھا یہ بات سب گھر والوں کو پریشان کئے ہوئے تھی۔

بھائی وہ میرے اسکول میں سب مری ٹریپ پر جارہے ہیں میری دوستیں بھی جارہی ہیں اور میں بھی جانا چاہتی ہوں کیا میں چلی جاؤں ان سب کے ساتھ۔

رباب کے حوصلہ دینے اور جمال کی نرم مسکراہٹ نے اسے بولنے کی ہمت دی تھی جس وجہ سے وہ جمال کو اپنی اسکول میں ہوتی سرگرمیاں بتا گئی تھی اور ساتھ ہی اپنے جانے کی بھی اجازت طلب کر رہی تھی۔

ابو نے کیا کہا۔

ماورہ کو دیکھتے ہوئے جمال نے پوچھا تھا۔

بھائی ابو کہتے ہیں اگر آپ کہیں گے تو چلی جاؤں ورنہ نہیں۔

شکور صاحب کا کہا جمال کو بتاتے ہوئے وہ مایوسی سے کہتی پھر سے گردن جھکا گئی تھی۔

اور اگر میں منع کر دوں تمہیں اکیلے جانے سے تو۔

ماورہ کا لٹکا ہوا منہ دیکھ جمال نے پوچھا تھا۔

بھائی حیدر بھائی ہونگے وہاں ٹیچرز کے ساتھ میں اور میں اکیلی تھوڑی ہوں میری دوستیں ہیں اور بھی بچے جارہے ہیں۔

جمال کے باتوں سے انکار سمجھتی ماورہ نے اسے حیدر اور اپنی دوستوں کا حوالہ دیتے اسے راضی کرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی جس پر جمال مسکرایا تھا۔

ٹھیک ہے چلی جانا اور مجھے بتا دینا فیس کتنی ہے میں پے کر دوں گا۔

ماورہ کی معصومیت پر مسکراتے ہوئے جمال نے اسے جانے کی اجازت دی تھی جس پر وہ کھل کر مسکرائی تھی اور وہی رباب نے کچھ کہنے کو منہ کھولا پر جمال کی ناراضگی کا سوچتے خاموش ہوئی تھی۔

بھائی سات ہزار فیس ہے پانچ دن کا ٹریپ ہے اور فیس کل کی تاریخ میں دینی ہے۔

جمال کے ہاں کرنے پر وہ اسے آگے کا پروگرام بتاتی فیس کی ادائیگی کی آخری تاریخ بتا رہی تھی۔

ٹھیک ہے میں کل تمہیں دیکھے دوں گا تم ادا کر دینا۔

جسے سن پہلے تو جمال پریشان ہوا پھر مسکرا کر گویا ہوا تھا۔

پر جمال ابھی تو۔

جب سے خاموش رباب نے بولنے کے لیے منہ کھولا تھا کہ جمال کے اشارہ کرنے پر وہ منہ بند کے گئی تھی۔

تم جاؤ ماورہ صبح میں تمہیں فیس دے دوں گا شب بخیر۔

شب بخیر بھائی شب بخیر بھابی۔

جمال کی بات پر وہ مسکرا کر دونوں کو شب بخیر کہتی وہاں سے گئی تھی۔

جمال تم نے کیوں ہاں کی ماورہ کو وہاں جانے کی۔

ماورہ کے جانے کے بعد کمرے کا دروازہ بند کرتی رباب جمال کے پاس آتے ہوئے بولی تھی۔

کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔

رباب کے بات پر جمال نے بھنویں سکڑتے پوچھا تھا۔

نہیں مجھے کیا اعتراض ہونا ہے میں تو بس تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔

جمال کی ناراضگی سے ڈرتے ہوئے رباب بات بدلتی بولی تھی۔

پھر کیا سوچ رہی ہو تم میرے بارے میں۔

وہ رباب کا ہاتھ تھامتا ہوا مسکرایا تھا۔

میں سوچ رہی تھی کہ تم چار دن سے کارخانے میں تھے تھک گئے ہو گے نا بہت زیادہ۔

جمال کی مسکراتی آنکھوں میں دیکھتی رباب نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

ہاں تھک تو واقعے میں بہت گیا ہوں رباب بس میں اپنے رب سے ایک ہی دعا کرتا ہوں۔
رباب کے تھامے ہاتھ کو لبوں سے لگاتے جمال کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔
کیا دعا کرتے ہو جمال۔

جمال کی آنکھوں میں نمی دیکھتی رباب نے پریشانی سے پوچھا تھا۔
یہ کہ میں کبھی تمہارے رویے سے اور تم سے نا تھکوں۔

رباب کی آنکھوں میں دیکھتے جمال نے اپنے دل کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔
جس پر رباب کے جسم میں لرزراہٹ ہوئی تھی۔

کیسی باتیں کر رہے ہو تم جمال تم مجھ سے تھکنے لگے ہو۔
جمال کو بے یقینی سے دیکھتی رباب نے شکوہ کیا تھا۔

یہ میں نے کب کہا یار میں تو خود اللہ تعالیٰ سے یہ ہی دعا کرتا ہوں کہ ایسا کبھی نا ہو۔
رباب کے آنسوؤں سے جمال بے چین ہوا تھا۔

تم یہ خیال اپنے دل لاتے بھی کیوں ہو جمال۔

وہ غصے سے جمال کے سینے پر مکے برساتی ہوئے بولی تھی۔

اچھا نہیں کہتا مگر ایک بات یاد رکھنا مجھے یاد ہے ہماری شادی سے پہلے اس ہاتھ پڑھنے والے نجومی نے
کیا کہا تھا کہ میری دو شادی ہوگی اگر تم نے دوبارہ ایسے جھگڑا کیا تو میں دوسری شادی کر لوں گا۔
رباب کو چھیڑتے جمال نے اسے اس ہاتھ پڑھنے والے کی دو شادی والی بات یاد کرواتے ہوئے وارن
کیا تھا۔

جان سے مار دوں گی تمہیں بھی اور تمہاری اس دوسری بیوی کو بھی جمال تم صرف میرے ہو صرف میرے میں تمہیں کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی سمجھے تم۔

جس پر رباب نے اسے غصے سے نم ہوتی آنکھوں سے دیکھتے جمال کا گریبان پکڑتے بھری ہوئی شیرنی بنی اسے مار دینے کی دھمکی دیتی بولی تھی۔

مزاق کر رہا تھا یار رباب میں تو کیا ہو گیا ہے میں صرف تمہارا ہوں تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہوں گا۔ رباب سے اپنا گریبان چھوڑواتے جمال نے اس اپنے گلے لگاتے نارمل کرتے کہا تھا۔

اب قدرت کے فیصلے تو کوئی نہیں جانتا کہ اس رب کریم نے کس کی زندگی میں کیا لکھا ہے یہ تو وقت ہی بتاتا ہے جس کا ساتھ کہاں تک کا ہوتا ہے انسان تو بس دعوے تو کر سکتا ہے مگر پورا کرنا کرنا تو اس رب کے ہاتھ میں کیونکہ وہ مالک بے نیاز ہے جس کی چاہے سن لے جس کی چاہے ناسن کیونکہ وہ اپنے بندوں کے لیے وہ ہی کرتا ہے جو ان کے حق میں بہتر ہوتا ہے اب جمال اور رباب کی زندگی میں کیا ہونا تھا یہ تو وقت آنے پر ہی پتہ چلنا تھا۔

مجھ کو درکار نہیں اپنی محبت کا جواب

دل یہ یکطرفہ محبت سے ہی بہلا ہے بہت

مصطفیٰ کو خاموشی سے ڈرائیو کرتے دیکھتی پریت جزبز کا شکار تھی کہ وہ اس سے کل ہوئی بات کا ذکر کرے یا نہیں۔

مصطفیٰ ایک بات پوچھوں۔

آخر کار وہ اپنی چپ توڑتی اسے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی پر مصطفیٰ کے کوئی بھی جواب نہ دینے پر وہ غصہ ہوئی تھی۔

میں تم سے پوچھ رہی ہوں ڈرائیور۔

وہ غصے سے مصطفیٰ کی ڈرائیونگ سیٹ پر لات مارتی چلائی تھی۔

جی میڈم کہئے۔

پریت کے ڈرائیور کہنے پر مصطفیٰ نے فوراً جواب دیا تھا۔

جس پر پریت نے حیرانگی سے مصطفیٰ کی طرف دیکھا تھا۔

مطلب تم جان بوجھ کر جواب نہیں دے رہے تھے کیونکہ میں نے تمہارا نام لیا۔

وہ چلتی گاڑی میں اپنی جگہ سے اٹھتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی ہوئی غصے سے لال ہوئی تھی۔

میڈم آپ کو لگ سکتی تھی۔

تم سے مطلب بڑی فجر ہے تمہیں۔

مصطفیٰ کے فکر مند لہجے پر طنز کرتی اپنے جوتے اتار کر دونوں ٹانگیں سیٹ پر رکھتی بیٹھی تھی۔

پچھلے ایک ماہ سے پریت کی یہ عادت بن گئی تھی گاڑی جیسے ہی گھر سے تھوڑے فاصلے پر ہوتی وہ

ایسے ہی مصطفیٰ کے برابر میں آ بیٹھتی تھی۔

جواب دو مجھے۔

مصطفیٰ کی کوئی جواب نہ دینے پر پریت ایک بار پھر اس پر چلائی تھی۔

جی میڈم میں نہیں چاہتا کہ آپ میرا نام لیں اور پھر کمار صاحب غصہ کریں میں انہیں غصہ نہیں کروانا چاہتا۔

وہ اپنی نگاہ سامنے چلتی سڑک پر مرکوز رکھتا ہوا بغیر پریت کو دیکھتے ہوئے روانگی سے بولا تھا۔
نہیں پتہ چلے گا ڈیڈی کو میں ان کے سامنے تمہارا نام نہیں لیتی۔

مصطفیٰ کی بات پر پریت نے خود کو نارمل کرتے کہا تھا۔

تم مجھ سے نارمل طریقے سے بات کیا کرو بس۔

وہ گھٹنوں پر کہنی ٹکائے مصطفیٰ کو دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

میں تم سے بات کر رہی ہوں مصطفیٰ۔

مصطفیٰ کے جواب نے دینے پر پریت نے اسے کندھے سے پکڑتے ہلایا تھا۔

جی میڈم۔

تم مجھے وہ اپنی مجب والا محل دیکھاؤ گے کل ڈیڈی دیکھنے نہیں دیا مجھے اندر سے دیکھنا ہے وہ۔

وہ مصطفیٰ کو دیکھتی ہوئی اس سے مسجد دیکھنے کی فرمائش کرتی معصومیت سے بولی تھی۔

مجب والا محل کیا کہہ رہی ہیں میڈم۔

پریت کی بات نا سمجھتے مصطفیٰ نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

وہ ہی جہاں تم مسلمان پوجا کرتے ہو وہ والا محل تم مجب کہتے ہو نا مجھے ڈیڈی نے بتایا۔

وہ مصطفیٰ کے مسجد نا سمجھنے پر اسے مسلمانوں کے پوجا کرنے کا حوالہ دیتے ہوئے بولی تھی۔

پہلی بات میڈم ہم پوجا نہیں کرتے دوسری بات وہ مسجد ہے مجب نہیں اور تیسری اور آخری بات میں آپ کو وہ نہیں دیکھا سکتا اب آپ جاسکتی ہیں آپ کی یونیورسٹی آگئی ہے۔
وہ گاڑی یونیورسٹی کے گیٹ کے سامنے روکتا ہوا پریت کی طرف دیکھتا ہوا اسے سمجھنے کے لیے وہ لہجے میں نرمی سموئے اسے کہتا ہوا یونی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رخ موڑ گیا تھا۔
مصطفیٰ کی بات کرنے کے انداز سے وہ باخوبی اس کے غصے کا اندازہ لگا گئی تھی۔
جاؤ دفعہ ہو جاؤ۔

وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور زوردار آواز سے بند کرتی بولی تھی۔
پریت میڈم روکیں آپ یہ بھول گئی ہیں۔

پریت کے گاڑی سے نکلنے پر مصطفیٰ کی نظر پیچھے بیک سیٹ پر پڑی اس کی اسائنمنٹ فائل پر پڑی وہ پریت کو روکنے کا کہتا فائل اٹھاتا اس کی طرف بڑھا تھا۔
ہنووووو جاؤ۔

وہ مصطفیٰ کے ہاتھ سے اپنی چھینتی اسے جانے کا کہتی مڑی تھی کہ اس کی نظر ایک لڑکی پر پڑی تھی جو کسی کو اشارہ کر رہی تھی۔
پردے کی بوہو آج تمہیں نہیں چھوڑوں گی میں۔

اس لڑکے کے اشارہ کرنے پر وہ پیچھے مڑتی مصطفیٰ کو دیکھ آگ بگولہ ہوئی تھی۔

آپی آپ سے ایک بات پوچھوں۔

صبح سے گھر آئی رباب اب شہناز بیگم کے پاس سے اٹھی تھی تو اسے دیکھتے زہرا نے پوچھا تھا۔
ہاں پوچھو کیا بات ہے۔

زہرا کی بات پر رباب نے مسکرا کر اسے اجازت دی تھی۔
آپ جمال بھائی سے کتنی محبت کرتی ہیں۔

گھر میں ہوتی باتوں سے پریشان زہرا نے رباب کے دل کا حال جاننا چاہا تھا۔
میں جمال سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ بتا نہیں سکتی اور ناتم سمجھ سکتی ابھی تمہاری اتنی عمر نہیں ہے۔
جمال کے نام پر کھل کر مسکراتی رباب نے زہرا کو دیکھتے ہوئے اس کے چھوٹے ہونے پر خاموش
کروایا تھا۔

پھر بھی آپ اب میں اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں ماورہ سے پورے چھ ماہ بڑی ہوں۔
وہ رباب کے چھوٹے کہنے پر ماورہ کا حوالہ دیتی خفگی سے بولی تھی۔
ہاں تو وہ بھی چھوٹی ہے ابھی عمر کیا ہے تمہاری سترہ سال۔
آپی پلیز بتا دیں نا۔

رباب کو مسلسل بات ٹالتے دیکھ کر وہ منہ لٹکائے بولی تھی۔

اچھا بھئی ٹھیک ہے اب تم رونے نا لگ جانا۔

زہرا کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر وہ مسکرائی تھی۔

میں اس سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ سب سے بہترین وہ لمحات ہوتے ہیں۔

جب وہ مجھے میری جان کہہ کر پکارتا ہے۔

دل بے ساختہ کھل اٹھتا ہے خزاں میں گویا بہار آئی ہو جیسے۔

ایک جاذب کے علم میں مسکراتے ہوئے کہتی زہرا کو بہت اچھی لگی تھی۔

ایک مستقل مسکراہٹ میرے ہونٹوں پہ طاری ہو جاتی ہے۔

اور دل سکون سے سرشار ہو جاتا ہے۔

جمال کو تصور میں رکھتی رباب نے زندگی سے بھرپور مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے کہا تھا۔

اس قدر سکون میسر آتا ہے کہ مجھے لگتا ہے

میں کسی اور ہی جہان کی بسنے والی ہوں۔

جہاں سکوت ہے، اور سکون کی آبشاریں پھوٹی ہیں

رب سوہنا اس کا اور میرا ساتھ یونہی ہمیشہ قائم رکھے۔

اپنے ہی دنیا میں کھوئی ہوئی رباب نے اپنے اور جمال کے دائمی ساتھ کی دعا کی تھی۔

پر ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی آمین کہنا بھی تھی یا یہ کہنا مناسب رہے گا کہ اسے آمین کہنے کی عادت

ہی نا تھی۔

واہ آپ! آپ تو شاعر بن گئی جمال بھائی کی محبت میں۔

رباب کو کھویا کھویا دیکھ زہرا نے مسکرا کر اس کے گلے لگتے ہوئے کہا تھا۔

پر دل میں اپنے ماں باپ کے بیچ ہوئی باتیں یاد کرتی وہ سوچ کے گڑھے میں گم ہوئی تھی۔

اچھا چلو میں جارہی ہوں جمال بھی آنے والا ہوگا اور ہاں ابتسام آئے تو اسے بتا دینا کل ماورہ مری جارہی ہے اسے روک دے جانے سے وہ کہے گا تو جمال است روک لے گا ورنہ مخواہ سات ہزار فیس بھرنی پڑے گی۔

شام کے سائے ڈھلتے دیکھ رباب جانے کے لیے کھڑی ہوتی زہرا کو ابتسام سے ماروہ کو روکنے کا کہتی اپنی چادر لیتی گھر سے نکلی تھی۔

آپی جب آپ جمال بھائی سے اتنی محبت کرتی ہیں تو کیوں اپنا گھر خراب کر رہیں ہیں اماں ابا کے باتوں میں آکر۔

رباب کو جاتے دیکھ زہرا نے نم آنکھوں سے سوچتے ہوئے گردن جھٹکی تھی۔

اے لڑکی۔

بلند آواز میں چلاتی پریت اس لڑکی کے سر پر آکھڑی ہوئی۔

پریت کی بلند آواز پر وہاں موجود سب اسٹوڈنٹ ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور وہی مصطفیٰ جو جانے کی لے مڑا تھا کہ پریت کو اس لڑکی کے برابر میں آکر کھڑی ہوتے دیکھ روکا تھا۔ شرم نہیں آتی ایسے لڑکوں کو آنکھوں سے اشارہ کرتی ہو۔

وہ جو کچھ دنوں سے اس نقاب پوش لڑکی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں مصطفیٰ کو اشارہ کرتے دیکھ رہی تھی آج تو اس کی بس ہوئی کہ سب کی موجودگی میں مین گیٹ پر ہی اس نے اس لڑکی کو آڑے ہاتھوں جالیا تھا۔

کیا بکواس کر رہی ہیں آپ اور آپ سے مطلب میں اشارہ کروں یا بات کروں کسی سے بھی۔
 جس پر وہ لڑکی پہلے تو حیران ہوئی تھی پھر
 وہ نقاب پوش لڑکی اس کی بد تمیز لہجے پر غصے سے گویا ہوئی تھی۔
 کسی سے بھی کرو پر اس سے مت کیا کرو ورنہ جان سے مار دوں گی۔
 وہ غصے سے سامنے پریشان کھڑے مصطفیٰ کی طرف اشارہ کرتی اسے دھمکی دیتے ہوئے بولی تھی۔
 کیوں میں تو اس ہی کو کر رہی تھی اشارہ اور کرو گی بھی تمہیں کیا۔
 وہ اس چھوٹی سی لڑکی کی دھمکی پر نام سے مکھی اڑتے ہوئے بولی تھی۔
 جس پر مقابل کھڑی پریت کا غصہ سوا نیزے پر پہنچا تھا۔
 میں بتاتی ہوں میں کیا کر لوں گی۔
 غصے سے کہتی پریت نے اپنا بیگ سائیڈ پر پھینکتے ہوئے اس لڑکی کے حجاب سے نظر آتی اس کی چوٹی
 پکڑتے کھنچی تھی۔
 اے لڑکی چھوڑو پاگل ہو کیا تم چھوڑو میری چوٹیاں۔
 پریت کے اچانک حملہ وار ہونے پر وہ لڑکی درد سے کرلاتی بولی تھی۔
 ارد گرد جمع لوگ ان دونوں کو جنگلی بلیوں کی طرح لڑتے دیکھ ہنس رہے تھے۔
 لوگوں کو ان دونوں کی طرف ہجوم لگاتے دیکھ مصطفیٰ کو کچھ غلط ہونے کا اندیشہ ہوا تھا جس پر وہ
 گاڑی لاک کرتا ہوا آگے بڑھا تھا۔
 یہ کیا کر رہی ہیں چھوڑیں اسے میڈم۔

پریت کو اس لڑکی کی چوٹیاں کھنچتے اس مارتے دیکھ مصطفیٰ نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔
مصطفیٰ بھائی بچائیں مجھے۔

مصطفیٰ کی آواز پر اس لڑکی نے اپنی نم آنکھوں سے اسے دیکھتے مدد طلب لہجے میں کہا تھا۔
میں نے کہا چھوڑیں اسے پریت میڈم۔

تم پیچھے ہٹ جاؤ ڈرائیور تمہیں بھی دیکھوں گی بعد میں پہلے اسے دیکھ لوں مجھ سے تو تم سیدھے منہ
بات بھی نہیں کرتے اور اس کے ساتھ تمہارے اشارے چل رہے ہوتے ہیں۔
مصطفیٰ کے روکنے پر وہ غصے سے بھری ہوئی شیرنی بنی مصطفیٰ پر برستی ہوئی اس لڑکی کا نقاب ہٹانے کی
کوشش کرنے لگی تھی جس پر مصطفیٰ کو غصہ آیا تھا۔

آپ پاگل ہیں یہ کیا کر رہیں ہیں آپ۔

اس نقاب پوش لڑکی کے رونے اور پریت کو اس کا نقاب اتارتے دیکھ مصطفیٰ نے پریت کو غصے سے
پیچھے دھکیلتے ہوئے تیز آواز میں کہا تھا۔

ٹھیک ہیں آپ زینت۔

وہ غصے سے پریت کو دیکھتے ہوئے اس لڑکی سے گویا ہوا تھا۔

میں ٹھیک ہوں مصطفیٰ بھائی۔

اگر آپ پردہ نہیں کرتی تو کم از کم دوسرے کے پردے کا احترام کر سکتی ہیں نا۔

وہ وہاں موجود سب کو نظر انداز کرتا وہ ایک بار پھر پریت پر چلایا تھا۔

تمہاری اتنی اوقات تم مجھ پر چلا رہے ہو مجھے پر پریت کمار پر ایسے ایسے دھکے دے کر نکلواؤں گی تمہیں کہ یاد رکھوں گے۔

اپنے سب دوستوں اور ساتھ پڑھتے ہوئے لڑکے لڑکیوں کو دیکھ پریت نے اپنی سبقی پر مصطفیٰ کو چٹکی بجاتے ہوئے دھمکی دی تھی۔

سوری میڈم مجھ سے غلطی ہوگئی۔

جس پر مصطفیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا وہ پریت کی تو حین ضبط سے سرخ ہوئی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا۔

تمہیں تو میں چھوڑوں گی نہیں۔

وہ مصطفیٰ وہ گھورتی ہوئی واپس اپنی گاڑی کی سمت بھاگی تھی۔
مصطفیٰ بھائی۔

میں آپ سے پھر ملتا ہوں۔

زینت کے پکارنے پر وہ اسے پھر ملنے کا کہتا نیچے گری پریت کی اسائنمنٹ فائل اٹھاتا پریت کے پیچھے بھاگا تھا۔

تیز چلاؤ ڈرائیور۔

پریشانی میں مبتلا مصطفیٰ جو سلو ڈرائیور کر رہا تھا پریت کے چلانے پر بیک مرر سے اسے دیکھتا گردن ہلاتا اسپید بڑھا گیا تھا۔

میڈم آپ جیسا سمجھ۔

چپ رہو کچھ نہیں سنا مجھے۔

مصطفیٰ نے اپنی طرف سے صفائی دینے کی کوشش کی تھی جس پر پریت نے بھڑک کر کہتے اسے خاموش کروایا تھا۔

گاڑی کے روکتے ہی وہ دھاڑ سے دروازہ بند کرتی اندر کی سمت بھاگی تھی۔

یہ پریت میڈم کا سامان آپ لے جائیں۔

پریت کو بھاگتے ہوئے دیکھ مصطفیٰ نے گھر کی ملازمہ کو اس کا سامان تھمایا تھا۔ کیا ہوا ہے جو وہ واپس آگئی ہیں وہ بھی غصے میں۔

پریت کا سامان لیتی ملازمہ نے مصطفیٰ کو دیکھتے تشویشی انداز میں پوچھا تھا جس پر مصطفیٰ بغیر کوئی جواب دیئے چکا گیا تھا۔

ممی مجھے ڈیڈی سے بات کرنی ہے۔

تب سے ضبط کئے آنسوؤں کے بند کو توڑتی پریت مسسز کمار کی گود میں سر رکھے بولی تھی۔

بے بی آپ رونا تو بند کریں میں نے کی ہے کال وہ نہیں اٹھا رہے۔

پریت کے رونے پر مسسز کمار نے اسے چپ کروانے کی بہت کوشش کی تھی پر وہ تھی کہ چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اپنی ممی کو نہیں بتائیں گی کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا آپ سے۔

پریت کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی مسسز کمار نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تھی۔

ممی وہ ڈرائیور بد تمیز ہے اس نے مجھے پر چلایا سب کے بیچ میں۔

وہ مسسز کمار کی گود سے اٹھتی ہوئی اٹکتی سانسوں سے بولی تھی جس پر مسسز کمار نے پاس کھڑی ملازمہ کو پانی لانے کا اشارہ کیا تھا۔

کیا کیوں چلایا وہ اس کی اتنی ہمت بڑھ گئی۔

پریت کی بات سن مسسز کمار کو غصہ آیا تھا۔

ممی آپ ڈیڈی کو بلائیں آج میں اسے چھوڑوں گی نہیں۔

اپنے آنسوؤں پوچھتی پریت نے طیش میں آتے کہا تھا۔

کیا بات ہوئی ہے بی۔

ممی وہ میری یونی کی لڑکیوں سے فلرٹ کرتا ہے ان کے ساتھ باتیں کرتا ہے وہ میرے ڈیڈی کا نام

خراب کر رہا تھا تو آج میں نے اسے اور اس لڑکی کو سنائی تو وہ میرے سب دوستوں کے سامنے مجھ

پر چلایا ممی۔

مسسز کمار کے پوچھنے پر اپنی ہی بات اوپر رکھتی چھوٹ بول گئی تھی۔

اسے غصہ تو پہلے ہی اس بات پر تھا کہ وہ اس سے سیدھے منہ بات نہ کرتا خاموشی سے ڈرائیو کر رہا

تھا اور پھر اس لڑکی سے اس کا مسکرا کر بات کرنا پریت کے غصے کو مزید ہوا دے گیا تھا اور اس ہی

غصے کی وجہ سے وہ اس لڑکی کے منہ سے مصطفیٰ کو بھائی کہنا ناسن پائی تھی۔

اسے بس یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ وہ کسی اور لڑکی کی وجہ سے اس پر چلایا تھا۔

پریت بے بی ریکس ہو جائیں میں نے آپ کے ڈیڈی کو میسج کیا تھا وہ آرہے ہیں پھر اس ڈرائیور کو تو وہ راستہ بتائیں گے۔

کمار صاحب کا میسج موصول ہوتے ہی مسسز کمار نے پریت کو کر سکون رہنے کا کہا تھا۔ ویسے بھی یہ پاکستانی لڑکے ہوتے ہی ایسے ہیں جہاں لڑکی دیکھی نہیں لگ جاتے ہیں اس کے پیچھے۔ اچھا می آپ کو کیسے پتہ۔

مسسز کی بات پر وہ اپنا چہرہ صاف کرتی سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ ارے پریت بے بی مجھے پتہ نہیں ہو گا تو کسے ہو گا۔ اچھا می۔

اچھا ایک بات بتاؤ اس لڑکی کے بال لمبے ہیں۔ پریت کو مسکراتے دیکھ مسسز کمار نے پوچھا تھا۔ جی می بہت لمبے بال ہیں اس کے اور آپ کو پتہ ہے میں نے اس کی چوٹیاں پکڑ کر گھمائی تھی۔ مسسز کمار کو بتاتی وہ اپنے کارنامے پر جی جان سے مسکراتی ہوئی بولی تھی۔ تبھی ہی وہ لڑکا اس لڑکی کے پیچھے ہے۔ وہ کیسے می۔

مسسز کمار کے ہر سوچ انداز میں کہنے پر پریت نے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔ کیونکہ میرے پیچھے بھی پڑا تھا ایک لڑکا پاکستانی میرے لمبے بالوں پر مر مٹا تھا وہ۔ وہ اپنے پرانے دنوں کو یاد کرتی پریت کو بتاتی ہوئی اترائی تھی جس پر پریت مسکرائی تھی۔

اس کا مطلب وہ مجھے میرے چھوٹے بالوں کی وجہ سے نہیں دیکھتا۔

وہ دل میں سوچتی مسسز کمار کی بات پر اپنے کندھے سے تھوڑے نیچے آتے بولوں کو دیکھتی اداس ہوئی تھی۔

کیا بے بی میری باتیں اچھی نہیں لگ رہی آپ کو۔

پریت کو اداس دیکھ مسسز کمار نے پوچھا تھا۔

نہیں تو می آپ بتائیں اور کیا کیا ہوا تھا۔

مسسز کمار کے پوچھنے پر وہ مسکرا کر انہیں آگے بتانے کا کہتی بولی تھی۔

اسے میری آواز میری باتیں اور میں بہت اچھی لگتی تھی بس یوں سمجھ لوں دیوانہ ہو گیا تھا وہ لڑکا۔

پھر می کیا ہوا تھا۔

مسسز کمار کے باتوں نے اسے کافی حد تک کرسکوں کر دیا تھا تبھی اسے مسسز کمار کی باتیں سن مزہ آ

رہا تھا۔

پھر کیا میرا دل تو آپ کے ڈیڈی کا دیوانہ تھا تو بس آپ کے ڈیڈی کو چن لیا۔

اور پھر وہ لڑکا۔

مسسز کمار کی بات پر پریت کو اس انجان شخص کے بارے میں سوچتے دل اداس ہوا تھا۔

کیا ہونا تھا ہماری شادی کا سنتے ہی وہ واپس پاکستان چلا گیا۔

پریت کے پوچھنے پر مسسز کمار نے مسکرا کر کہتے پریت کے گال کھینچیں تھے۔

لو شاید آگئے آپ کے ڈیڈی بھی اب وہ اس ڈرائیور کو سبق سکھائیں گے۔

مسٹر کمار کی گاڑی کی آواز سن مسسز کمار نے پریت کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر کہا تھا۔

ڈیڈی۔

کیا ہوا پریت بے بی آپ کیوں رو رہی تھی۔

پریت کے پکارنے پر اوپر جاتے کمار صاحب ڈرائیگ روم میں بیٹھی پریت کے پاس آتے فکر سے پوچھ رہے تھے۔

ڈیڈی اس ڈرائیور نے جو آج کیا ہے اسے اس کی سزا دینی ہے وہ مجھ پر پریت کمار پر چلایا۔
کمار صاحب کو بتاتی ہوئی پریت نے اپنے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے مغرور ہوئی تھی۔

ڈیڈی آپ نے کہا تھا نا جو میرے ساتھ غلط کرے گا میں اسے سزا دے سکتی ہوں تو میں چھوڑوں گی نہیں اسے ڈیڈی۔

یہ ہوئی نا بات چھوڑو گا تو میں بھی نہیں اسے پر بے بی اس سے پہلے بات تو کر لوں میں۔
پریت کے جذباتی انداز پر مسکراتے ہوئے کمار صاحب نے اسے وہی روکنے کا کہا تھا اور خود مصطفیٰ کی کلاس لینے کے لیے لان میں گئے تھے۔
بھرت جاؤ اس مصطفیٰ نامی لڑکے کو بلا کر لاؤ۔

بلند آواز میں واچ مین کو بلاتے کمار صاحب نے اسے مصطفیٰ کو بلانے بھیجا تھا جو اپنے کوارٹر میں جانے کیا کر رہا تھا۔

آپ نے بلایا مجھے سر۔

کمار صاحب کے بلانے پر وہ بغیر کوئی وقت ضائع کرے ان کے سامنے حاضر ہوا تھا۔
تم پریت پر کیوں چلائے مصطفیٰ۔

مصطفیٰ کے آنے پر کمار صاحب غصے سے دھاڑے تھے۔

سر میں معافی چاہتا ہوں میں جانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی۔

کمار صاحب کے غصے سے پوچھے گئے سوال پر وہ تحمل سے جواب دیتا خاموش ہوا تھا۔

ان سب کے لیے وہ پہلے ہی خود کو تیار کر چکا تھا اور یہ وجہ تھی کہ اب وہ بالکل بھی پہلے کی طرح
پریشان نا تھا کیونکہ اسے لگتا تھا کہ کمار صاحب اس کی بات کو سمجھیں گئے۔

تم جانتے ہو مصطفیٰ میں نے تم پر یقین کیا اور آج تم نے میرا وہ یقین توڑ دیا میں آج تک اپنی بیٹی
سے اونچی آواز میں بات نہیں کی اور تم ایک ملازم ہو کر اس پر بھرے مجموعے میں چلائے جاتے ہو
اس کی سزا میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں۔

عشق معاشقے لڑاؤ تم لڑکیوں سے فلرٹ کرو تم اور میری بیٹی پر اس کے دوستوں کے سامنے بد تمیزی
بھی کرو تم اتنی ہمت آگئی ہے تم میں۔

مصطفیٰ کو خاموشی سے گردن جھکائے دیکھ آج کمار صاحب کو غصہ آیا تھا۔

کون من ہے وہ لڑکی جس کی وجہ سے تم نے میری بیٹی سے بد تمیزی کی۔

مصطفیٰ کا گریبان پکڑتے کمار صاحب نے اسے جھٹکا دیا تھا۔

کون ہے وہ لڑکی نام بتاؤ اس کا۔

مصطفیٰ کے کوئی جواب نا دینے پر کمار صاحب طیش میں آتے چلائے تھے۔

سر وہ میری بہن جیسی ہے ویسا کچھ نہیں تھا جیسا پریت میڈم نے سمجھا۔
وہ کمار صاحب کی غصے سے لال انگارا آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔
بہن جیسی کیا مطلب۔

مصطفیٰ کے بہن کہنے پر کمار صاحب اس کا گریبان چھوڑتے اسے حیرانگی سے دیکھتے گویا ہوا تھا۔
سر وہ مسلم کمیونٹی میں میرے ساتھ والے گھر میں رہتی ہیں وہ میرے لیے چھوٹی بہن جیسی ہے وہ تو
اس نے مجھے دیکھا تو سلام کر لیا تھا اور کچھ بھی نہیں۔

کمار صاحب کے گریبان چھوڑنے پر وہ اپنی شرٹ درست کرتا انہیں تفصیل سے زینت کے اور اپنے
بارے میں بتایا تھا۔

ڈیڈی آپ نے اسے سزا نہیں دی۔

کمار صاحب کو خاموشی سے مصطفیٰ کو دیکھتے پا کر لان میں آتی پریت غصے سے گویا ہوئی تھی۔

پریت بے بی آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے وہ لڑکی اس کی بہن جیسی ہے۔

مصطفیٰ کی بات پر یقین کرتے کمار صاحب پریت کو نرمی سے سمجھاتے بولے تھے۔

ہوگی بہن مجھے کیا یہ مجھ پر چلایا ڈیڈی سزا تو اسے ملے گی اور ہر حال میں ملے گی۔

کمار صاحب کی بات پر وہ غصے سے مصطفیٰ کو گھورتی ہوئی بولی تھی۔

جس پر کمار صاحب نے مصطفیٰ کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔

کہاں جا رہے ہو تم ڈرائیور۔

مصطفیٰ جو جاتے دیکھ پریت نے پیچھے سے اس کی شوٹ پکڑتے ہوئے روکا تھا۔

پریت بے بی جانے دیں اسے۔

پریت کو غصے سے مصطفیٰ کو گھورتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔

نہیں ڈیڈی یہ نہیں جاسکتا یا تو آپ اسے ابھی اور اسی وقت جاب سے نکالیں یا پھر اسے سزا دیں۔
وہ کمار صاحب کی طرف مڑتی بولی تھی۔

آج کسی طور اس کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

سہی کہہ رہی ہے پریت وجے۔

اس لڑکے نے غلطی تو کی ہے وہ بھی میری بیٹی سے بد تمیزی کرنے کی یہ کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے۔

پریت کو ڈھونڈتی مسسز کمار نے لان میں آتے پریت بات کو اہمیت دیتے خاموش کھڑے مصطفیٰ جو دیکھ کر کہا تھا۔

جس پر کمار صاحب نے پریت کو دیکھا تھا۔

ٹھیک ہے پھر تم جاؤ مصطفیٰ میں تمہارا حساب کردوں گا۔

مصطفیٰ کو کوئی بھی سزا نہ دیتے کمار صاحب نے اسے جاب سے نکالنے کا فیصلہ کیا تھا۔
کیوں ڈیڈی۔

کمار صاحب کے مصطفیٰ کو نکالنے پر وہ بے چین ہوئی تھی۔

ڈیڈی اس نے کہا وہ لڑکی اس کی بہن ہے ٹھیک ہے مان لیا پر یہ مجھ پر چلایا اس کی سزا کے طور پر آپ اسے نکال نہیں سکتے۔

وہ مصطفیٰ کو دیکھتی کمار صاحب کے پاس آتی بولی تھی۔

ڈیڈی اس سے اچھا ڈرائیور نہیں ملے گا۔

وہ کمار صاحب کے کان کے قریب آتی آہستہ آواز میں بولی تھی جس پر کمار صاحب مسکرائے تھے۔
تو آپ کیا چاہتی ہیں۔

آپ اسے سزا کے طور پر سارا دن یہاں دھوپ میں کھڑا کر دیں۔

کمار صاحب کے پوچھنے پر وہ اپنے دماغ پر زور ڈالتی مصطفیٰ کے لیے سزا منتخب کر گئی تھی۔

جس پر کمار صاحب نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

ٹھیک ہے تو مصطفیٰ تم کہیں نہیں جارہے پر جو غلطی تم نے کی ہے اس کی سزا تو تمہیں ملے گی اور

سزا یہ ہے تمہاری کی تم آج سارا دن یہاں دھوپ میں کھڑے رہو گے۔

اپنی بیٹی کی منتخب کردہ سزا کو سوچتے کمار صاحب نے مصطفیٰ کو اس کی سزا سنائی تھی۔

پر سر میری نم۔

بھرت۔

جی سر۔

مصطفیٰ کو اس کی سزا دیتے کمار صاحب نے بغیر اس کی سنے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے واضح

مین کو بلایا تھا جس پر واضح مین ادب سے گردن جھکائے حاضر ہوا تھا۔

خیال رہے یہ کہیں نا جائے آج سمجھے۔

چلو آپ دونوں اندر چلی جائیں۔

بھرت کو کہتے کمار صاحب نے پریت اور مسسز کمار کو اندر جانے کا کہا تھا۔
اور آپ کہاں جارہے ہیں۔

مسسز کمار نے مسٹر کمار کو دیکھ کر پوچھا تھا۔

مجھے آفس جانا ہے میٹنگ ہے میری شام میں ملتے ہیں۔

مسسز کمار سے کہتے مسٹر کمار اپنی ریسٹ وائچ میں ٹائم دیکھتے اپنی گاڑی کی سمت بڑھے تھے۔
چلو پریت بے بی۔

کمار صاحب کے جانے کے بعد خاموشی سے مصطفیٰ کو دیکھتی پریت کا ہاتھ پکڑتی مسسز کمار اسے اندر
لے گئی تھی۔

اندر جاتی پریت کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پاکر مصطفیٰ تلخی سے مسکرایا تھا۔

کس کا لوٹا ہے کارواں تو نے
کیا کیا مرگِ ناگہاں تو نے
وقت کے دلپسند نغموں کو
کر دیا نالہ و فغاں تو نے
اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔

وہ کمرے میں موجود بالکونی میں کھڑی دھوپ سے سرخ ہوتے مصطفیٰ کے چہرے کو دیکھ پریشان ہوئی
تھی۔

چھین کر ایک جان شیریں کو
تلخ کردی ہے داستاں تو نے
کیا بتاؤں میں کتنی آنکھوں کو
کر دیا آج خوں فشاں تو نے
خود پر کسی کی نظریں محسوس کرتے مصطفیٰ نے اوپر دیکھا تھا جہاں کھڑی پریت کو دیکھ وہ اپنی نگاہ موڑ
گیا تھا۔

آفتابِ جہانِ حکمت کو
اے فلک! کھو دیا تو نے
یہ خبر، اف یہ حشر خیز صدا
اس خبر کا یقین نہیں آتا
مصطفیٰ کا دھوپ سے ہوتا سرخ چہرہ پسینے سے شرابور ہوتے کپڑے دیکھ اور پھر آج اس کی آنکھوں
میں عجیب طرح کی وحشت تھی جسے دیکھ وہ ایک بار پھر مصطفیٰ کو اوپر سے نیچے تک دیکھتی کمرے
میں گئی تھی۔

ہے سات جھیلوں کے برابر آنکھیں دو تری
ان میں اگر کوئی ڈوبے تو بچ نہ سکے پھر
وہ غصے میں ہے کیا۔

مصطفیٰ کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ اس کی تکلیف خود پر محسوس کرتی بے چین و بے قرار ہوئی تھی۔

وہ جو بار بار اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا اپنی نماز قضا ہوتے دیکھ مزید پریشان و غم میں مبتلا ہوا تھا۔

دھوپ بہت تیز ہے یہ بیمار ہو گیا تو۔

وہ ایک بار پھر بالکونی کے پردوں کے اوٹ سے اسے دیکھتی پریشان ہوئی تھی۔

وہ مصطفیٰ کو پریشان دیکھ کر نیچے کی سمت بڑھی تھی۔

جاؤ تمہاری سزا پوری ہوئی۔

وہ لان میں کھڑے مصطفیٰ کے پاس آتی بولی تھی۔

جس پر مقابل نے بغیر کوئی جواب دیئے اپنی ہاتھ میں بندھی گھڑی پر نظر ثانی کی تھی۔

وہاں کیا دیکھ رہے ہو میں بول رہی ہوں جاؤ۔

وہ مصطفیٰ کے گھڑی میں دیکھنے پر غصے سے گویا ہوئی تھی۔

سنائی نہیں دیتا تمہیں تم سے کہہ رہی ہوں جاؤ۔

مصطفیٰ کے اس کی کسی بھی بات کا اثر نا ہوتے دیکھ وہ اس پر چلائی تھی۔

مجھے سزا کمار سر نے دی تھی میڈم ختم بھی وہ ہی کریں گے۔

ایک نظر پریت کو دیکھتے ہوئے مصطفیٰ نے ناگواری سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے ہوئے کہا تھا۔

میں نے دی یا ڈیڈی نے پر میں نے کہہ دیا ختم تو ختم۔

مصطفیٰ کا اسے مسلسل نظر انداز کرنا اسے مزید غصہ دلوا رہا تھا پر وہ خود پر ضبط کرتی تحمل سے بولی تھی۔

تم نہیں مانو گے میری بات۔

مصطفیٰ کو بات نامانتے دیکھ وہ پیر پٹکتی ہوئی اندر کی سمت بڑھی تھی۔

ڈیڈی کہاں ہیں آپ فون کیوں نہیں اٹھا رہے میرا۔

وہ کمار صاحب کو کئی کالز کر چکی تھی پر ان کے کال نا اٹھانے پر وہ غصے سے موبائل پھینکتی جھنجھلائی تھی۔

کیا ہوا پریت بے بی۔

پریت کو پریشان دیکھ مسسز کمار نے اس سے پوچھا تھا۔

مئی وہ ڈرائیور میری بات نہیں مان رہا میں نے کہا کہ سزا ختم ہوگی جاؤ تو کہتا ہے ڈیڈی کہیں گے تو جائے گا۔

وہ گلاس ونڈو سے باہر کھڑے مصطفیٰ کو دیکھتی ہوئی مسسز کمار سے بولی تھی۔

تو سہی تو کہہ رہا ہے وہ تمہارے ڈیڈی آئیں گے تو ہی اس کی سزا پوری ہوگی جب تک سڑنے دو اسے دھوپ میں۔

جس پر مسسز کمار نے نا سمجھی سے پریت کو دیکھتے ہوئے مصطفیٰ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

مئی دھوپ بہت تیز ہے وہ بیمار ہو جائے گا۔

مسسز کمار کی بات پر پریت نے انہیں شاکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ہاں تو ہو جائے بیمار ہمیں کیا چاہے مر جائے۔

پریت کے دل کا حال لینے کی کوشش کرتی مسسز ک۔ سر حقارت سے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

مئی۔

مصطفیٰ کے لیے مرنے کا لفظ سن پریت نے غصے سے لال انگارا آنکھوں سے مسسز کمار کو دیکھتے ہوئے پکارا تھا۔
کیا مئی۔

پریت کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے اور آنکھوں میں آئی نئی دیکھ کر بولیں تھی۔
اگر اسے کچھ ہو گیا تو مجھے یونی کون لے کر جائے گا اور اگر یہ سچ میں مر گیا تو پتہ نہیں دوسرا ڈرائیور اچھا ہو گا یا نہیں اگر دوسرا ڈرائیور بھی جون جیسا ہوا تو۔
خود کو کمپوز کرتی پریت نے تحمل سے کہتے بات سنبھالی تھی جس پر پریت کی بات سمجھتی مسسز کمار نے فقط گردن ہلائی تھی۔
اچھا تم روکو میں تمہارے ڈیڈی جو کال کرتی ہوں۔
وہ پریت کو کہتی مسٹر کمار کو کال کرنے لگی تھی۔
یہ لو ڈیڈی سے بات کرو۔
کمار صاحب کے کہنے پر وہ مصطفیٰ کی سمت موبائل بڑھاتی ہوئی تیز آواز میں بولی تھی۔
ہیلو۔

ہیلو مصطفیٰ جاؤ تمہاری سزا ختم ہو گئی ہے۔

جی سر۔

فون کان سے لگاتے اسپیکر سے مسٹر کمار کی آواز گونجی تھی جسے سن مصطفیٰ نے ایک نظر پریت کو دیکھ کر جواب دیا تھا۔

اور ہاں نیکسٹ ٹائم جو پریت کہہ گی تم وہ ہی کرو گے مجھے شکایت کا موقع ناملے۔
کمار صاحب کی بات پر پریت نے گردن اکڑائی تھی۔

جی سر۔

پریت بے بی میں شام میں ملتا ہوں آپ سے۔

مصطفیٰ کا جواب سنتے کمار صاحب نے پریت کو کہتے فون بند کیا تھا۔
سنو۔

فون بند کرتی پریت نے مصطفیٰ کو جاتے دیکھ پیچھے سے آواز لگائی تھی۔
دوبارہ میری بات ماننا اچھے سے سمجھے۔

مصطفیٰ کی مقابل آتی وہ چھوٹی سے لڑکی اسے انگلی اٹھاتے ہوئے وارن کرتے بولی تھی۔
خاموشی سے گردن ہلاتا مصطفیٰ اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھتا نماز کا وقت نکلتے دیکھ جلدی میں وہاں سے نکلا تھا۔

بہت دیر کردی آج تم نے حافظ صاحب جانتے ہونا کہ نماز کا وقت جماعت کے ساتھ ہی ہوتا ہے
اس کے بعد تو مہلت ہوتی ہے۔

لاکھ کوشش کے باوجود وہ جماعت کے ختم ہونے کے بعد مسجد پہنچا تھا کہ جب اسے دیکھ کر مولانا صاحب نے پوچھا تھا۔

مصطفیٰ کا انہیں قرآن حافظ ہونے کا بتانے کے بعد سے وہ اسے حافظ صاحب کہنے لگے تھے۔

وہ مولانا صاحب دیر ہوگی آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

وہ وضو کرتا ہوا نہایت نرم لہجے میں گویا ہوا تھا۔

نماز پڑھ لو۔

مصطفیٰ کی آواز میں نئی محسوس کرتے مولانا صاحب نے اسے کندھے پر ہاتھ رکھتے نماز پڑھنے کا کہا تھا۔

اللہ تعالیٰ تمہاری ساری مشکلیں دور کرے آمین۔

نماز میں مشغول مصطفیٰ کو دیکھتے مولانا صاحب نے دعا کی تھی۔

نماز سے فارغ ہوتا مصطفیٰ کافی دیر سے وائبریٹ ہوتے فون کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

پریت میڈم یہ کیوں کال کر رہی ہیں مجھے۔

فون پر بلنگ کرتے پریت کے نام کو دیکھ وہ سوچتا ہوا کال اٹینڈ کر گیا تھا۔

کہاں ہو، کب سے کال کر رہی ہوں اٹھا کیوں نہیں رہے تھے کب واپس آؤ گے۔

کال اٹینڈ ہوتے ہی پریت نے بولنا شروع کیا تھا۔

فون سائیلنٹ پر تھا۔

وہ پریت کے سوال کا مختصر جواب دیتا خاموش ہوا تھا۔

ہو گئے نماز سے فارغ حافظ صاحب کسی سے بات کر رہے ہو کیا۔
مصطفیٰ کو فون کان سے لگائے دیکھ کر وہ پوچھے تھے۔
جی مولانا صاحب۔

وہ پریت کے فون کو اگنور کرتا مولانا صاحب کو جواب دیتا کال کاٹ گیا تھا۔
کال کاٹ دی میری کیوں کرتے ہو تم ایسا۔
کال کے کٹنے پر وہ صدمے سے موبائل دیکھتی غصہ ہوئی تھی۔
کوئی کام تھا آپ کو مولانا صاحب۔
مولانا صاحب کو کھڑے دیکھ کر مصطفیٰ نے پوچھا تھا۔
ہاں تھا۔
جی کہیں۔

مولانا صاحب کو جھجکتے دیکھ کر وہ بولا تھا۔
تمہاری آواز بہت پیاری اور میٹھی ہے مصطفیٰ بیٹا اس لیے میں چاہتا ہوں صبح سے فجر کی آذان تم دو۔
مصطفیٰ کو دیکھتے مولانا صاحب نے بات رکھی تھی۔
دے دو گے آذان۔

مصطفیٰ کو خاموش دیکھتے مولانا صاحب نے پوچھا تھا۔
ضرور کیوں نہیں انکار کی تو کوئی وجہ ہی نہیں بنتی۔

مصطفیٰ نے خوشی سے آذان دینے کی ہامی بھری تھی مگر شاید وہ کمار صاحب کی لاگو کرتا اصول بھول رہا تھا۔

ٹھیک ہے پھر ،،،،،

فون اٹھا لو بیٹا۔

مصطفیٰ کے ہامی بھرنے مولانا صاحب نے خوشی سے کچھ کہنے کو منہ کھولا تھا کہ مصطفیٰ کے فون بجنے پر وہ روکتے ہوئے اسے فون اٹھانے کا کہتے ہوئے گئے تھے۔

جی میڈم۔

گھر آؤ ابھی اور اس ہی وقت۔

مصطفیٰ کے کال اٹھانے پر وہ حکم صادر کرتی جلدی میں اس ڈر سے فون بند کر گئی تھی کہ کہیں اس بار بھی مصطفیٰ اس کے منہ پر فون بند نا دے۔

جمال جمال کہاں ہو۔

کمرے میں جمال کو ڈھونڈتی رباب نے اسے آواز لگاتے ہوئے کہا تھا۔

کیا ہو گیا ہے خیر ہے۔

واش روم سے بالوں کو تولیے سے خشک کرتا ہوا بولا تھا۔

جمال مجھے نا آئیہ کے گھر قرآن خوانی میں جانا تھا وہ مجھے نا کل سپارے دے کر گئی تھی پڑھنے کے لیے۔

جمال کو واش روم نکلتے دیکھ رہا باب نے اسے اپنا مسئلہ بنانا شروع کیا تھا۔
تو کیا ہوا ہے چلی جاؤ کسی نے روکا تھوڑی ہے تمہیں۔

رہا باب کی پوری بات ناسنتے ہوئے وہ رہا باب سے کہتا اپنے بالوں میں کنگھی کرنے لگا تھا۔
سن تو لو پوری بات میری پہلے۔

وہ جمال کے ہاتھ گھڑی لیتی جو وہ اپنے میں باندھ رہا تھا اسے ٹیبل پر رکھتی خفگی سے بولی تھی۔
اچھا بولو کیا ہے۔

وہ رہا باب کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔

وہ سپارہ تو پڑھ دو جو وہ مجھے دے کر گئی تھی اگر نہیں پڑھا تو وہ سب کی بیچ میں میری بے عزتی نا
کر دے۔

وہ جمال کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتی محبت پاش لہجے میں بولی تھی جس پر جمال نے بھنویں اچکائی تھی۔
میں خود پڑھ لیتی پر مجھے پھر تیار بھی ہونا ہے دیر ہو جائے گی پلیز۔
وہ جمال کو بھونیں اچکاتے دیکھ کر وہ بہانہ گھڑتی بولی تھی۔

کونسا سپارہ ہے بتاؤ۔

وہ وضو کے لیے کف موڑتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

آہ تین سپارے دے کر گئی تھی جس میں سے دو تو چاچی اور ماورہ نے پڑھ دئے ہونگے میں ان
سے پوچھ کر بتاتی ہوں کونسا رہتا ہے۔

جمال کے پوچھنے پر وہ ذہن پر زور ڈالتی ہوئی کہتی کمرے سے باہر گئی تھی۔

ماشاء اللہ بڑے مسکرا رہے ہیں۔

رب کے سپارہ نمبر بتانے پر جمال نے بلند آواز میں جائے نماز پر کھڑے ہوتے تلاوت شروع کی تھی جسے سن کر شکور صاحب زندگی سے بھرپور مسکرا رہے تھے اور ان کو ایسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر خالدہ بیگم نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

تمہیں پتا تو ہے جب جب جمال کی تلاوت کی آواز میرے گھر میں گونجتی ہے مجھے راحت بخشی ہے۔ وہ ایک سرو و سکوں کے عالم میں کھوئے کھوئے سے بولے تھے۔

سہی کہا آپ نے ماشاء اللہ اللہ ہمارے بیٹے پر ایسے ہی اپنا کرم بنائے رکھے۔

جمال کی آواز سے پورے گھر میں ایک سحر و سکوں پیدا ہو رہا تھا سب جیسے جمال کی تلاوت میں کھوئے ہوئے تھے۔

آپ کہیں جا رہے ہیں شکور صاحب۔

شکور صاحب کو جاتے دیکھ خالدہ بیگم نے پوچھا تھا۔

ہاں بڑے بھائی کے پاس جا رہا ہوں کارخانے کے سپردے کر آیا تھا کل انہیں کھاتہ بنوانے کے لیے کارخانہ میں جملا کے نام کروا رہا ہوں۔

خالدہ بیگم کے پوچھنے پر وہ انہیں بتاتے ہوئے اپنا رومال کندھے پر رکھتے ہوئے باہر کی سمت بڑھے تھے۔

بھابھی کب تک آئیں گے بڑے بھائی۔

تین چار دن سے وہ ہر روز یہاں آ رہے تھے پر ہر بار کسی نا کسی وجہ سے جبار صاحب سے ملنا پائے تھے اور آج بھی وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے جبار صاحب کا انتظار کرتے شکور صاحب نے شہناز بیگم سے کوئی دوسری بار پوچھا تھا۔

پتہ نہیں کہاں گئے ہیں کہہ تو رہے تھے کہ آ رہا ہوں پر ابھی تک آئے نہیں۔
شکور صاحب کو دیکھتے ہوئے شہناز بیگم نے لئے دئے انداز میں جواب دیا تھا۔
چلیں پھر میں چلتا ہوں پھر آ جاؤں گا۔

شہناز بیگم کے رویے کو سمجھتے شکور صاحب نے جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔
ارے مرضی ہے تمہاری ورنہ تمہاری بھتیجی چائے بنا رہی تھی۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے ان سے کسی نے پانی تک نا پوچھا تھا گجا کے چائے سلام کر کر سب ایسے گم ہوئے تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

شکور صاحب کو جاتے دیکھ شہناز بیگم نے انہیں روکنے کے لیے کہا تھا جس پر وہ ہلکا سا مسکرائے تھے۔

پھر کبھی بھابھی مجھے ضروری کام ہے چلتا ہوں خدا حافظ۔

شہناز بیگم کو نرمی سے کہتے ہوئے شکور صاحب جانے کے لیے مڑے تھے۔

آ جاتے ہیں دماغ کھانے کے لیے بندہ تھوڑا دماغ کا استعمال کر لیتا ہے نہیں مل رہے تو نہیں ملنا چاہتے نا۔

شکور صاحب کے جانے کے بعد وہ غصے سے بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے میں گئیں تھیں۔

کیا ہوا ملے بڑے بھائی یا نہیں۔

جب سے گھر آئے شکور صاحب کو پریشان دیکھ کر خالدہ بیگم نے پوچھا تھا۔

خالدہ مجھے لگ رہا ہے مجھ سے کہیں غلطی ہوگئی ہے۔

پریشانی میں مبتلا شکور صاحب نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

کیا ہوا کیسی غلطی جمال کے ابو۔

شکور صاحب کی بات پر خالدہ بیگم کا دل گھبرا یا تھا وہ ان کے پاس بیٹھتی ہوئی بولیں تھیں۔

میں کوئی تین دن سے مسلسل جا رہا ہوں پر وہ ملتے نہیں ہیں دفتر گیا تھا تو وہاں بھی نہیں تھے آج بھی

بھابی نے دو بار کال کی انہیں پھر بھی وہ گھر نہیں آئے میرا دل گھبرا رہا ہے خالدہ میں نے بڑے

بھائی پر یقین کر کر کہیں غلطی تو نہیں کر دی۔

پچھلے تین دنوں سے جو بات شکور صاحب کے ذہن میں بازگشت کر رہی تھی وہ آج خالدہ بیگم پر

افشاں کرتے ہوئے بولے تھے۔

آپ پریشان نا ہوں سب ٹھیک ہوگا بڑے بھائی نے خود کہا تھا نا وہ یہ کام کروادیں گے تو یقین رکھیں

سب اچھا ہوگا۔

شکور صاحب کو حوصلہ دیتی خالدہ بیگم خود بھی جبار صاحب کے ناملنے پر پریشان ہوئی تھیں یہ سچ تھا

کہ جبار صاحب کے کہنے پر ہی انہوں نے کارخانے کے اور زمین کے پیپر دئے تھے اور اب وہ ان

سے ملنا گوارا نہیں کر رہے تھے یہ ہی بات شکور صاحب کو دن با دن پیچھے لے جا رہی تھی۔

میں آپ کی لیے کھانا لگاتی ہوئی پھر آپ دوا لے لیجئے گا۔

شکور صاحب کو کہتی خالدہ بیگم کھانے لینے کے لیے کچن کی سمت بڑھیں تھیں۔

ماشاء اللہ بہت میٹھی آواز ہے آپ کی۔

آذان دے کر فارغ ہوتے مصطفیٰ کو دیکھ مسجد میں موجود ایک نے مولوی نے اس کی تعریف کی تھی

-

جس پر مصطفیٰ نے خوشی سے مسکرا کر داد وصول کی تھی۔

ماشاء اللہ مصطفیٰ بیٹا آپ نے تو بہت اچھے طریقے سے آذان دی۔

مولانا صاحب نے خوشی سے مصطفیٰ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

ویسے مجھے لگا تھا تم نہیں آؤ گے تمہارا وہ مالک تمہیں آنے ہی نہیں دے گا۔

مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے مولانا صاحب نے اپنے دل میں آئی بات بتائی تھی۔

مجھے بھی یہی لگا تھا کہ میں نہیں آ پاؤں گا کہ کمار صاحب انکار کر دیں پر وہ کل رات کسی کام سے

شہر سے باہر تھے ان سے بات نہیں ہو سکی تو اس لیے آ گیا ان مولانا صاحب۔

مولانا صاحب کی بات پر متفق ہوتے مصطفیٰ نے انہیں کنار صاحب کی غیر موجودگی کا بتایا تھا جس پر

مولانا صاحب نے پر سوچ انداز میں گردن ہلائی تھی۔

اور وہ مجھے روکیں گے بھی تو میں کونسا رک جاؤ گا مولانا صاحب آذان دینے تو آ ہی جاؤ گا۔

دعا تو یہی ہے کہ وہ تمہیں نارو کے پر بیٹا اگر وہ تمہیں یہاں آنے سے روکے تو کوئی اختلاف نا کرنا

مان جانا میں نہیں چاہتا کہ تم میرے لیے در بدر ہو سمجھ رہے ہو میری بات۔

مصطفیٰ کی بات سنتے مولانا صاحب نے مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے سمجھایا تھا۔
چلو نماز پڑھتے ہیں۔

مصطفیٰ کو سوچ میں گم دیکھ امام صاحب نے اسے اپنے ساتھ آنے کا کہا تھا جس پر وہ مسکرا کر ان کے پیچھے بڑھا تھا۔

سوری مصطفیٰ مجھ سے غلطی ہو گئی۔
کل ہوئی اپنی غلطی کا احساس تو پریت کو اس ہی وقت ہو گیا تھا پر وہ غصے میں پاگل ہوتی سب بھولا گئی
تھی پر اب وہ مصطفیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگ گئی تھی۔
مصطفیٰ وہ جو اس دن لڑکی ملی تھی تم مجھے اس سے ملواؤ گے۔
میں معافی مانگ لوں گی اس سے اپنی غلطی کی۔
تم سن رہے ہو نا جو میں کہہ رہی ہوں۔
کسی ناکسی بہانے سے مصطفیٰ سے بات کرنے کی کوشش کرتی پریت نے آخری پتیرہ آزمایا تھا پر اسے
بھی کارآمد نا ہوتے دیکھ وہ سوچ میں پڑی تھی۔
مصطفیٰ وہ والا گانا چلاؤ نا جو تم نے پہلے دن چلایا تھا۔
وہ دماغ پر زور ڈالتی ہوئی گانا یاد کرتے ہوئے بولی تھی۔
جس پر مصطفیٰ نے پریت کو بیک مرر سے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا جیسے کہنا چاہ رہا ہو مجھے یاد نہیں

اچھا تمہیں نہیں یاد کوئی بات نہیں میں گاتی ہوں تم بتانا میری آواز کیسی ہے۔
مصطفیٰ کی نظروں کا مفہوم سمجھتی پریت مسکراتی ہوئی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بات بڑھانے کے لیے
بولی تھی۔

تم گاڑی سلو چلانا ٹھیک ہے۔

وہ مصطفیٰ کو گاڑی سلو چلانا کا کہتی زبردستی مسکرائی تھی۔

پر مصطفیٰ کے کوئی بھی جواب نا دینے پر وہ اداس ہوئی تھی خود کو نارمل کرتی پریت نے گانا شروع کیا
تھا۔

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

ہم تو دل دے ہی چکے بس تیری ہاں ہے باقی

کمار صاحب کے حکم کی تعمیل کرتا مصطفیٰ بغیر اسے روکے پر پریت کی خوبصورت آواز سن مصطفیٰ کے
لب خود بخود مسکرائے تھے پر وہ اپنے مسکراتے ہوئے لبوں کو سکیڑتا گاڑی کو سلوو کرتا روڈ سائیڈ کر
لے گیا تھا۔

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

ہم تو دل دے ہی چکے بس تیری ہاں ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

مصطفیٰ کے مسکرانے پر پریت کو حوصلہ ملا تھا وہ رخ گاڑی سے نظر آتے منظر پر کر گئی تھی۔

کونسا موڑ آیا زندگی کے سفر میں

بس گیا تو ہی تو اب تو میری نظر میں

گانے کے بولا گنگنتی ہوئی پریت نے مصطفیٰ کی طرف دیکھا تھا جو خاموشی سے اپنا سارا دھیان اپنی نا چلنے کے برابر چلتی گاڑی پر لگائے ہوئے تھے۔

دل کی ہر ایک دھڑکن تجھ کو پہچانتی ہے

میری چاہت ہے اب کیا یہ تو نہیں جانتی ہے

میں تجھے جان گئی، تجھ کو پہچان گئی

پھر بھی تیری ہاں ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے، تھوڑا ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے، تھوڑا ہے باقی

وہ مصطفیٰ کے سختی سے پکڑے اسٹیرنگ کو دیکھتی ہوئی وہ مصطفیٰ کے چہرے کے ہر نقش کو بغور دیکھتی بے خود سی مسکرائی تھی۔

آج یہ کیا ہوا ہے دل نہیں میرا بس میں

اس لیے سوچتی ہوں توڑ دوں ساری رسمیں

عمر بھر کے لیے تو آ میرا ساتھ دے دے

تیرا ہو جاؤں گا میں ہاتھوں میں ہاتھ دے دے

ہاتھوں میں ہاتھ سہی تو میرے ساتھ سہی

پھر بھی تیری ہاں ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

وہ ہر ایک بول کو دل سے محسوس کرتی ہوئی مسلسل مصطفیٰ کو دیکھتی کر گارہی تھی جیسے اپنے دل کا وہ حال جو اسے پہلے دن دیکھ کر ہی بغاوت پر اتر گیا تھا آج اس دل کا حال وہ اس پر کھول دینا چاہتی تھی پر مقابل بیٹھا شخص اسے اور اس کے گانا گانے دونوں کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

ہاتھوں میں ہاتھ سہی تو میرے ساتھ سہی

پھر بھی تیری ہاں ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

تھوڑا سا پیار ہوا ہے ، تھوڑا ہے باقی

جس پر وہ گانے کے آخری الفاظ گاتی مسکرائی تھی۔

کیسا لگا کیسی ہے میری آواز۔

گانا ختم کرتی پریت مکمل طور پر مصطفیٰ کے طرف مڑتی چہکتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

جس پر مصطفیٰ نے خاموشی سے صرف گردن ہلانے پر اکتفا کیا تھا اور اپنی ہاتھ میں بندھی گھڑی میں

ٹائم دیکھتا گاڑی کی اسپید بڑھا گیا تھا۔

ایسے گردن کیا ہلا رہے ہو کچھ بولو بھی۔

مصطفیٰ کے گردن ہلانے پر پریت نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے بولنے کے لیے اکسایا تھا۔

جس پر مصطفیٰ نے ایک تیکھی نظر پریت پر ڈالی تھی۔
مزاق کر رہی تھی بس۔

مصطفیٰ کے غصے سے دیکھنے پر پریت نے ڈرتے ہوئے کندھے اچکاتے پھیکا سا مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
مصطفیٰ اگر تم مجھ سے بات نہیں کرو گے تو میں بیمار ہو جاؤں گی۔

وہ مصطفیٰ کو بات نا کرتے دیکھ کر انگشت شہادت انگلی اٹھاتے ہوئے بولی تھی۔
جس پر پریت کی بات پر ڈرائیو کرتے مصطفیٰ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔

ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں جب کوئی مجھ سے بات نہیں کرتا تو میں بیمار ہو جاتی ہوں۔
وہ مصطفیٰ کے دیکھنے پر اسے اپنی احساس طبیعت سے آگاہ کرتی بولی تھی۔

بات کر لو مجھ سے۔

اب بھی مصطفیٰ کے خاموش رہنے پر وہ نم لہجے میں بولی تھی۔

یونی آگئی ہے آپ کی میڈم۔

کیا اسی سے بہتر ہوتا تم کچھ نا ہی بولتے مصطفیٰ۔

وہ جو مصطفیٰ کو بولنے کے لیے کھلے منہ کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی پر اس کے منہ سے نکلے لفظ سن
صدے سے چلائی تھی۔

تم بات نہیں کرو گے مجھ سے۔

وہ ایک بار پھر مصطفیٰ سے پوچھ رہی تھی پر مصطفیٰ پر تو جیسے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔
وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی پیچھے دھکیلتی ہوئی بیک سیٹ سے اپنا سامان اٹھاتی ہوئی گاڑی سے نکلی تھی۔

مصطفیٰ بھائی۔

پریت کے انتظار میں کھڑے مصطفیٰ کو دیکھ زینت نے اس کے پیچھے آتے پکارا تھا۔
آپ کیسی ہی زینت۔

زینت کو دیکھ مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کا حال دریافت کیا تھا۔
میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں اب تو آپ آتے بھی نہیں گھر۔
مسکرا کر کہتی زینت نے اسے گھر نا آنے پر شکوہ کرتے کہا تھا۔
بس وقت ہی نہیں ملتا۔

زینت کے شکوہ کرنے پر مصطفیٰ اپنا سر کھجاتے ہوئے مسکرایا تھا۔
اس نک چڑھی میڈم کا انتظار کر رہے ہیں۔

مصطفیٰ کے گھڑی میں وقت دیکھنے پر زینت نے پریت کو یاد کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

میں معافی مانگتا ہوں آپ سے ان کی طرف سے وہ تھوڑی غصے کی تیز ہیں پر دل کی بری نہیں ہیں۔
زینت کے نک چڑھی کہنے پر مصطفیٰ نے پریت کی طرف سے معافی مانگتے ہوئے کہا تھا۔

ہاں ہاں مجھے پتہ ہے آپ کی وہ چھوٹی سی میڈم غصے کی تیز ہے پر دل کی وہ واقع میں بری نہیں ہے۔

کیا سچ کہہ رہی ہوں نا مصطفیٰ بھائی۔

آج صبح وہ میرے پاس آئی خود اور مجھ سے اپنے کل کے رویے کی معافی مانگی اس نے۔
زینت جو مصطفیٰ کی بات سے متفق تھی تو مصطفیٰ نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا جس پر زینت
نے اسے اپنی بات کا یقین دلاتے ہوئے اسے صبح پریت سے ہوئی بات بتائی تھی جس پر مصطفیٰ نے
مسکرا کر گردن ہلائی تھی۔

ایک بات کہوں مصطفیٰ بھائی۔
جی بولیں۔

مصطفیٰ جو کھڑا تو اس کے ساتھ تھا پر اس کی نظریونی کی بیرونی گیٹ پر تھی جہاں سے اسے پریت
آتی دیکھائی دی تھی پر زینت کے پکارنے پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے پوچھ رہا تھا۔
وہ جیسی دیکھتی ہیں ویسی نہیں ہے۔
مطلب۔

زینت کی بات پر مصطفیٰ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
مطلب وہ اچھی ہیں بلکہ نہیں بہت اچھی اور کیوٹ سی پیاری سی اگر میرا اس سے کل جھگڑانا ہوتا تو
سچ میں میں نے تو کل ہی اسے کہہ دینا تھا کہ وہ بہت خوبصورت ہے پر کوئی بات نہیں میں نے آج
کہہ دیا اسے۔

وہ پریت سے ہوئی بات پر بہت خوش تھی اسے سچ میں پریت بیت پیاری لگی تھی اور وہ اس کی
خوبصورتی کی دل سے قائل ہوئی تھی۔

بہمہم ہو گئیں۔

وہ زینت کی بات پر سنجیدگی سے بولا تھا۔

ہوئی نہیں مصطفیٰ بھائی وہ آپ دیکھنا اسے پھر پتہ چلے گا اچھا اب میں چلتی وہ آرہی ہے آپ آئیے گا گھر ماما بھی آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔

مصطفیٰ کی بات پر وہ بے یقینی سے کہتی پیچھے مڑی تھی اور وہاں سے آتی پریت کو دیکھ کو الوادی کلمات کہتی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔

جس پر وہ مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتا اپنی گاڑی کی طرف مڑا تھا۔
کتنے اچھے سے بات کرتا ہے اس لڑکی سے اور مجھ سے ایسے بھاگتا ہے جیسے میں اسے کھا جاؤں گی کاش مصطفیٰ تم مجھ سے بھی ایسے ہی بات کرتے ہنس ہنس کر۔

مصطفیٰ کو زینت کے ساتھ مسکراتے دیکھ پریت کی دل میں کسک ہوئی تھی۔
پریت کے آنے پر مصطفیٰ نے اس کے لیے بڑھ کر بیک سیٹ کا ڈور کھولا تھا۔
جس پر پریت بغیر مصطفیٰ کو دیکھے خاموشی سے بیٹھ بھی گئی تھی۔

صبح کی بانسبت پریت اب بالکل خاموش تھی اور پریت کی یہ خاموشی مصطفیٰ کو پریشان کر رہی تھی۔
وہ ڈرائیونگ کرتا بار بار بیک مرر سے اسے دیکھ رہا تھا جو کانوں میں ایرفون لگائے وینڈو سیٹ سے نظر آتے مناظر دیکھنے میں مصروف تھی۔

م۔۔۔۔۔

گاڑی سے اترتی پریت کو روکنے کی کوشش کرتے مصطفیٰ نے اسے کچھ کہنے کو منہ کھولا تھا پر پریت وہاں سے اپنا سامان لیتی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔
اگر اس نے مصطفیٰ کو دیکھا ہوتا تو وہ ضرور روکتی۔
پریت کے اندر جانے پر مصطفیٰ گاڑی کو پارک کرتا ہوا گھر سے باہر نکلا تھا۔

کیا ہوا ہے ابو کیا کہا ہے تایا جی نے۔
شکور صاحب کے زرد رنگ چہرے کو دیکھ جمال نے فکر سے پوچھا تھا۔
ابو میں آپ سے پوچھ رہا ہوں ،،، جمال۔
شکور صاحب کے کچھ بھی نا کہنے پر جمال نے انہیں کندھے سے پکڑ کر تھوڑا سا ہلایا تھا جس پر وہ حال میں واپس آتے جمال کے گلے لگے تھے۔
کہا ہوا ابو آپ رو رہے ہیں۔
شکور صاحب کی آواز میں نئی محسوس کرتا جمال پریشان ہوا تھا۔
مجھے سے غلطی ہو گئی جمال میرے بچے۔
جمال کو دیکھتے شکور صاحب نے روتے ہوئے کہا تھا۔
ادھر بیٹھیں بات کیا ہے ابو کچھ کہا کیا تایا جی نے۔
شکور صاحب کے رونے پر جمال نے انہیں پاس رکھے بیچ پر بیٹھاتے ہوئے پوچھا تھا۔
بڑے بھائی نہیں ہماری زمین اور ہمارے یہ کارخانہ اپنے نام کر لیا ہے۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے ابو پیپر تو ہمارے پاس ہیں نا۔

شکور صاحب کے بار پر بے یقینی سے دیکھتے جمال نے کہا تھا۔

نہیں ہیں ہمارے پاس پیپر۔

جمال کی بات سن شکور صاحب کو اپنے فیصلے پر شرمندگی ہوئی تھی۔

کیا مطلب پیپر نہیں ہیں ابو۔

شکور صاحب کے پیپر نا ہونے کی بات پر وہ مزید پریشان ہوا تھا۔

بڑے بھائی نے مجھے کہا تھا کہ وہ زمین کا سودہ کروا دیں گے اور کارخانہ تمہارے نام ہو جائے گا وہ

بھی بغیر کسی چائے پانی کے اور میں نے ان کی بات مان کر پیپر انہیں دے دے پر مجھے نہیں پتہ تھا

بیٹا کہ بڑے بھائی میرے ساتھ فراڈ کریں گے۔

شکور صاحب نے روتے ہوئے بامشکل جمال کو گزری باتیں بتائی تھی۔

تایا جی ایسا کیسے پر سکتے ہیں ابو میں بات کروں گا ان سے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگئی آپ فکر نا

کریں میں آج ہی جاتا ہوں تایا جی کے پاس۔

شکور صاحب کی پریشانی سے بگڑتی حالت دیکھ جمال نے انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

سچ تو یہ تھا کہ وہ خود کو بھی تفصیل دے رہا تھا۔

گھر چلیں ابو۔

نہیں میں گھر نہیں جاؤں گا تمہاری ماں کو کیا جواب دوں گا میں۔

آپ چلیں میں ہوں نا کچھ نہیں ہوگا۔

جمال کے گھر چلنے کا کہنے پر شکور صاحب نے گھر جانے سے صاف منع کیا تھا جس پر جمال نے زبردستی انہیں اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

امی کارخانے کے کاغذات آپ کے پاس ہیں نا۔

شکور صاحب کو آرام کی دوا دینے کے بعد جمال خالدہ بیگم کو اپنے ساتھ باہر بلا کر پوچھا تھا۔

ہاں نہیں تو جمال وہ تو تمہارے ابو بڑے بھائی کو دے کر آئے ہیں کچھ کام تھا جو پورا نہیں ہوا تھا۔

کیا اسی میں امی کیوں دیئے آپ نے وہ پیپر ابو کو۔

خالدہ بیگم کی بات سن جمال نے صدمے سے پوچھا تھا۔

کیا ہوا ہے کہاں جا رہے ہو تم اور شکور صاحب کو کیا ہوا ہے۔

جمال کو جاتے دیکھ خالدہ بیگم نے اسے روکتے ہوئے پوچھا تھا۔

کچھ نہیں ہوا ابو کو بس تھوڑا آرام کریں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے میں آتا ہوں۔

خالدہ بیگم کے ہاتھ پر زور دیتے جمال نے انہیں پرسکوں رہنے کا کہا تھا پر ابھی بھی وہ اپنی تکلیف چھپا گیا تھا۔

ایک منٹ تم کاغذات کے بارے کیوں پوچھ رہے ہو جمال مجھے سچ بتاؤ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔

جمال کے چہرے سے عیاں ہوتی پریشانی دیکھ خالدہ بیگم نے پوچھا تھا۔

امی تایا جی نے کارخانہ جو میرے نام کروانے کا کہا تھا وہ اپنے نام کروا چکے ہیں۔

جمال نے تحمل سے خالدہ بیگم کو بتایا تھا۔

کیا ایا۔

آپ فکر نا کریں میں بات کر کر آتا ہوں۔

خالدہ بیگم کے چہرے کی ہوائیاں اڑتے دیکھ جمال پریشان ہوا تھا۔

میں نے تو پہلے ہی کہا تھا تمہارے ابو سے کہ بڑے بھائی پر یقین نا کرے پر وہ کہاں سنتے ہیں میری۔

خالدہ بیگم نے اپنے آنسوؤں پہنچتے ہوئے کہا تھا۔

کیا ہوا امی آپ رو کیوں رہی ہیں۔

منیب جو خالدہ بیگم کے رونے کی آواز سن کر باہر آئی تھی پریشانی سے گویا ہوا تھا۔

کچھ نہیں ہوا بھابھی کہاں ہے تمہاری منیب۔

منیب سے رباب کا پوچھتے جمال نے اسے کچھ نا بتایا تھا۔

بھائی بھابھی تو تایا جی کے گھر گئی ہیں۔

کیا کیوں گئی ہے۔

پتہ نہیں بھائی مجھے بھی جب میں گھر آیا تو امی نے ہی بتایا کہ بھابھی گھر پر نہیں ہے۔

جمال کے انداز سے اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا جس پر منیب نے جلدی سے اسے رباب کے

گھر میں غیر حاضری کا بتایا تھا۔

میں آ رہا ہوں تم امی کا خیال رکھنا۔

منیب کو خیال رکھنے کا کہتا جمال جلدی میں وہاں سے نکلا تھا۔

بھائی آپ۔

دروازے پر ہوتی دستک پر زہرا نے دروازہ کھولا تھا سامنے کھڑے جمال کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی

-

کیونکہ جمال بہت کم ہی آتا تھا نا اسے یہاں آنا پسند تھا اور نا ہی رباب کے گھر والوں کا اس کا یہاں آنا پسند تھا۔

کون آیا ہے زہرا۔

تم یہاں کیسے جمال۔

زہرا کو دروازے پر پریشان کھڑے دیکھ شہناز بیگم نے پوچھا تھا پر اندر داخل ہوتے جمال کو دیکھ کر وہ اس سے بولیں تھی جس پر بغیر کوئی دعا سلام کے جمال نے جبار صاحب کا پوچھا تھا۔
تایا جی کہاں ہیں تائی جی۔

کیوں اب کیا کام ہے تمہیں ہے ان سے۔

جمال کے پوچھنے پر شہناز بیگم نے تیکھے لہجے میں پوچھا تھا۔

کام تو بہت ہیں پھر بتاؤں گا مگر پہلے آپ زرا تایا جی بلا دیں۔

شہناز بیگم کا طنزیہ لہجہ محسوس کرتے جمال نے انہیں بلانے پر زور دیا تھا۔

نہیں بلا رہی پہلے تمہارا باپ کم بی پی ہائی کر کر گیا ہے جو اب تم آگئے ہو۔

تایا جی تایا جی کہاں ہیں باہر آئیں۔

جمال کے لہجے میں غصہ دیکھ شہناز بیگم نے تیکھے چتونوں سے جبار صاحب کو بلانے سے انکار کیا تھا جس پر جمال نے غصے سے بلند آواز میں جبار صاحب کو پکارا تھا۔
کوئی تمیز ہے تمہیں یا ماں باپ نے سیکھائی نہیں کیسے اپنے سے بڑے سے بات کرتے ہیں۔
جمال کے بلند آواز پکارنے پر شہناز بیگم نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے اس کی تربیت پر چوٹ کی تھی۔

کیا ہو رہا ہے جمال یہ کیا طریقہ ہے کسی کو بلانے کا۔
لاونج سے آتی جمال اور شہناز بیگم کے چلانے کی آواز پر جبار صاحب اور ان سمیت رباب اور ابتسام بھی باہر آئے تھے۔
بہت تمیز سے بلایا تھا آپ کو پر تائی جی کو سمجھ نہیں آئی اس لیے چلانا پڑا تایا جی۔
جبار صاحب کے غصے سے پوچھنے پر جمال نے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔
جمال کیسے بات کر رہے ہو تم ابا سے۔
جمال کے کاٹ دار لہجے میں بولنے پر رباب نے اس کے پاس آتے ہوئے کہا تھا۔
اور کیسے بات کروں رباب تمہیں پتہ ہے تایا جی نے کیا کیا ہے۔
رباب کے پاس آنے پر جمال نے دکھ سے جبار صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جس پر جبار صاحب نے لبوں طنزیہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے گردن جھٹکی تھی۔
کیا کیا ہے ابا نے جو تم ایسے بد تمیزی کر رہے ہو۔
جمال کی آنکھوں میں غصہ دیکھ رباب نے تحمل سے پوچھا تھا۔

تمہیں پتہ ہے انہوں نے ابو سے کہا کہ وہ بیمار ہیں وہ کیا کریں گے سرکاری دفاتروں کے دھکے کھا کر زمین کی کاغذی کارروائی یہ کروا دیں گے۔

تو اس میں انہوں نے کیا غلط کیا جمال یہ تو ابا نے چاچو کے بھلے کے لیے ہی کہا نا۔ پہلے بات پوری سنو رباب۔

جمال کی بات سچ میں کاٹتی رباب نے جبار صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جس پر جمال نے اسے سختی سے بات پوری سننے کا کہا تھا۔

انہوں نے زمین کے اور کارخانے کے سپر ابو سے لیے یہ کہہ کر کہ یہ مدد کریں گے پر انہوں نے وہ زمین وہ کارخانہ اپنے نام کروالیا ابو سے جھوٹ بول کر۔

جمال نے غصے سے کھولتے دماغ کے ساتھ رباب کو ساری بات بتائی تھی۔ کیا ایا کچھ نہیں ہے چاچو جھوٹ بول رہے ہیں۔

تمہیں لگتا ہے ابو جھوٹ بول رہے ہیں۔

رباب کی بات پر جمال نے بے یقینی سے رباب کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

ہاں مجھے ابا نے بتایا سب اس لیے ہی تو میں یہاں آئی تھی تم سکون سے میری بات سنو۔

جمال کے پوچھنے پر رباب نے اسے پر سکون رہنے کا کہا تھا جس پر جبار صاحب اور شہناز بیگم مسکرائے تھے۔

رباب کو آج یہاں بلانے کی وجہ تو یہ ہی تھی کہ وہ اسے اپنی باتوں میں لے سکیں اور پھر وہ جمال کو سمجھا لے اور وہ ایسا ہی کر رہی تھی اپنی بیٹی کی سمجھداری پر دونوں کی خوشی کا ٹھکانہ نا تھا۔

ابا نے چاچو سے کہا تھا کہ وہ ابتسام اور ماورہ کی شادی کرنا چاہتے ہیں جلد از جلد تو چاچو پریشان ہو گئے کہ جہیز اور شادی کی تیاریاں کیسے ہو گئی۔

ابا نے کہا کہ جہیز کو رہنے دیتے ہیں اپنے گھر کی بات ہے ہر چاچو نے ضد کی نہیں وہ جہیز دیں گے تو ابا اور چاچو نے بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ زمین جو ہے وہ کارخانے کی زمین ماورہ کے نام کر دیں گے۔ پر ماورہ کی ابھی اتنی عمر نہیں ہے نا اس کا شانتی کارڈ تھا تو ابا اور چاچو نے مل کر زمین خود ابتسام کے نام کروائی ہے۔

مجھے بھی اچھا نہیں لگا یہ جان کر کہ چاچو نے تمہاری محنت سے بنے کارخانے کو اپنی بیٹی کے جہیز میں لکھ دیا۔

آہستہ آہستہ جمال کو پر سکون کرتی رباب نے جبار صاحب کی اسے بتائی من گھڑت کہانی سنائی تھی جیسے سن کر پہلے تو اسے بھی غصہ آیا تھا پر پھر جلد ہی جبار صاحب اور شہناز بیگم کے سمجھانے پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔

ایس نہیں ہو سکتا رباب یہ سب جھوٹ اگر ایسا ہوتا تو ابو مجھے بتاتے مگر انہوں نے مجھے ایسا کچھ نہیں بتایا۔

رباب کی بات پر پریشان ہوتے جمال نے رباب کو دیکھتے ہوئے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔ کیونکہ جو رباب نے بتایا وہ اور جو شکور صاحب اور خالدہ بیگم نے بتایا دونوں ہی الگ الگ بات تھی شکور صاحب کی بتائی بات میں ماورہ کی شادی کا کہیں کوئی ذکر نا تھا اور یہاں آکر رباب کی باتوں میں صرف وجہ ماورہ کی شادی نکلی تھی۔

سہی کہہ رہے ہیں بھائی آپ ایسی کوئی بات نہیں ہے بھابھی جھوٹ بول رہی ہیں۔
منیب جو شکور صاحب کی طبیعت زیادہ بگڑنے پر جمال کو بلانے آیا تھا رباب کی باتیں سن کی افسوس
بولا تھا۔

تمہیں زیادہ پتہ ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔

منیب کی بات پر رباب نے غصے سے گھورتے کہا تھا۔

ہاں مجھے پتہ ہے کیونکہ میں ہی ابو کے ساتھ آیا تھا بھائی تایا جی کو زمین کے پیپر دینے کے لیے پر۔

منیب نے جمال کو خاموش و پریشان دیکھ کر اسے اس دن ہوئی بات کی بابت بتایا تھا۔

چلو تم آئے تھے نا تو تم نے وہ پیپر بھی دیکھیں ہو گے جس پر شکور نے دستخط کی تھی۔

منیب کی بات پر جب سے خاموش ابتسام نے بھی نیچ میں چھلانگ لگائی تھی۔

ہاں دیکھ لیتا پر تم مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے یہ بول کر کہ تمہارے لپ ٹاپ میں کوئی ایئر آگئی

ہے اس لیے میں نہیں دیکھ پایا بھائی میں۔

ابتسام کے بولنے پر منیب نے اس ہوئی ساری واردات یاد کرتے ہوئے ابتسام کو دیکھ کر کہتا جمال

سمت بڑھا تھا۔

جس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

بھائی یہ سب جھوٹے ہیں ابو نے تایا جی سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔

جھوٹے تم لوگ ہم نہیں جھوٹے گندے لوگ۔

منیب کی بات پر ابتسام نے غصے سے گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے کہا تھا۔

بکواس بند کرو اپنی ابتسام۔

ابتسام کی بات پر جمال نے غصے سے دھاڑتے اسے چپ کروایا تھا۔

ابتسام چپ کرو تم۔

جمال کے غصہ کرنے پر رباب نے ابتسام کو خاموش رہنے کا کہا تھا۔

آپ جیسا مطلب اور موقع پرست میں نے اپنی زندگی میں دیکھا آپ نے تو اپنے سگے بھائی کو بھی نہیں بخشا تایا جی آپ نے جو جھوٹ اور فراڈ سے کارخانہ اپنے نام کروایا ہے نا میں یہ واپس لے لوں گا۔

جمال نے غصے سے ابتسام اور جبار صاحب کو دیکھتے ہوئے ان سے اپنی چیز لینے دعوا کیا تھا۔
ارے جاؤ جاؤ دیکھتے ہیں کیسے لو گے اب وہ کارخانہ تمہارا نہیں ہمارا ہے تم دیکھتے جاؤ کیسے میں تمہیں اس کارخانے سے دھکے دے کر نکالتا ہوں۔

جمال کے دعوا کرنے پر ابتسام نے چٹکی بجاتے انہیں کارخانے سے نکلنے کی دھمکی دی تھی۔
اور ہاں اپنی اس بہن کو بھی اپنے پاس رکھو مجھے نہیں چاہیے وہ تمہاری بوگی بہن جو صرف دیکھنے میں ہی بوگی لگتی ہے پر عشق معاشقے چلانے میں خاصی ہوشیار ہے۔

آج یہ ہی موقع ابتسام کو بہتر لگا تھا اپنے اوپر سے ماروہ نامی بوجھ کو اترانے کا اس ہی لیے وہ ماروہ کے کردار کے تہمت لگاتا ہوا بولا تھا جس پر جمال کی ضبط جواب دے گئی تھی۔
ابتسام۔

غصے سے دھاڑتے جمال نے اسے گریبان سے پکڑتے مارنا شروع کیا تھا جس کے لیے ابتسام بالکل تیار نا ہونے کی وجہ سے اپنا بچا نا کر پایا تھا۔

جمال چھوڑو،،، چھوڑو میرے بچے کو،،،

ہمت کیسے ہوئی میری بہن کے کردار پر انگلی اٹھانے کی تیری جان سے مار دوں گا میں تجھے آج۔
بھائی چھوڑ دیں اسے گھر چلیں۔

کسی کی ایک ناسنتے جمال نے ابتسام کو زمین پر گرائے نا جانے کتنے مکے مارے تھے کہ اس کے منہ سے خون بہنے لگا تھا۔

اگر تم نے اسے نا چھوڑا تو میں پولیس کو بلاؤ گا جمال۔

جمال کے نا چھوڑنے پر ابتسام کی بے حال ہوتی حالت دیکھ کر اسے پولیس کی دھمکی دی تھی۔
جمال چھوڑ دو تمہیں خدا کا واسطہ۔

جمال کی آنکھوں میں خون اترا دیکھ رہا باب نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے کہا تھا جس پر وہ ہوش میں آیا تھا کہ وہ ایک آخری لات اسے مارتا کھڑا ہوا تھا۔

دوبارا اگر میں نے تمہارے منہ سے میری بہن کے لیے کوئی بھی غلط الفاظ سنا تمہاری اس گھٹیا زبان سے تو آج تو بخش دیا اگلی بار نہیں بخشوں گا جان سے مار دوں گا تمہیں ابتسام جبار اور تم کیا رشتہ ختم کرو گے میں یہ رشتہ ختم کرتا ہوں اور صرف یہ رشتہ ہی نہیں تم سے جڑے اپنے سارے رشتے ختم کرتا ہوں تم سب سے۔

ابتسام کو دیکھتے ہوئے جمال نے اپنے گریبان کے بٹن ٹوٹنے کی وجہ سے خراب ہوئی شرٹ سیدھی کرتے انگشت شہادت انگلی اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

چلو رباب گھر چلو اور آج کے بعد تم یہاں نہیں آؤ گی۔

ابتسام کے پاس بیٹھی رباب کا ہاتھ پکڑتے ہوئے جمال اسے اپنے ساتھ کھینچتا ہوا وہاں سے گیا تھا۔

پریت میڈم کو بلا دیں یونی کے لیے دیر ہو رہی ہے۔

پریت کو انتظار کرتے مصطفیٰ نے وقت دیکھتے ہوئے ملازمہ کو اسے بلانے کا کہا تھا۔
تمہیں نہیں پتہ۔

ملازمہ کے حیرانگی سے پوچھے گئے سوال پر مصطفیٰ نے اسے اچھنبے سے دیکھا تھا۔
کیا نہیں پتہ مجھے۔

ارے بھئی ان کی کل رات سے طبیعت کافی خراب گھر میں ہنگامہ برپا ہے اور تمہیں پتہ بھی نہیں۔
مصطفیٰ کے پوچھنے پر ملازمہ نے اسے رات سے بگڑی پریت کی طبیعت کا بتایا تھا۔

دل سن کے تیرا نام دھڑکتا ہے ادب سے
حالانکہ تجھے کبھی غور سے دیکھا نہیں ہے

پریت کی طبیعت کا سن پریشانی سے مصطفیٰ کے دل کی دھڑکن بڑھی تھی جس پر سوچ میں ڈوبے
مصطفیٰ اثبات میں سر ہلاتا جانے کے لیے مڑا تھا۔

روکو مصطفیٰ تم اور آپ جاؤ پریت بے بی کے لیے سوپ بنا دو۔

پریت کے پاس سے آتے کمار صاحب نے مصطفیٰ کو روکتے ہوئے ملازمہ کو پریت کے لیے سوپ بنانے کا کہا تھا۔

جی سر۔

کمار صاحب کے سامنے گردن جھکاتے مصطفیٰ نے احترام سے پوچھا تھا۔
تم دوبارہ تو نہیں گئے مسجد پریت کے سامنے۔

نہیں تو سر میں نے دھیان رکھا تھا کہ دوبارہ ایسی غلطی نہ ہو۔
کمار صاحب کے سوال پر مصطفیٰ نے برق رفتاری سے جواب دیا تھا جس پر کمار صاحب گردن ہلاتے ہوئے حال میں رکھی ٹیبل سے نیوز پیپر اٹھاتے ہوئے بیٹھے تھے۔

سہی اور تم صبح منہ اندھیرے بغیر میں اجازت کے کہاں گئے تھے۔

واچ مین سے ملی معلومات کے مطابق کمار صاحب نے مصطفیٰ سے اس کی صبح گھر سے باہر جانے کی وجہ پوچھی تھی۔

سر آپ نہیں تھے تو اس لیے میں آپ سے پوچھ نہیں سکا میں مسجد گیا تھا۔

امام صاحب کے سمجھانے پر مصطفیٰ نے تحمل سے بات کا آغاز کیا تھا۔
اتنی صبح کیوں۔

بولتے ہوئے مصطفیٰ کی بات بیچ میں کاٹتے کمار صاحب نے سخت گیر لہجے میں پوچھا تھا۔

سر میں آذان دینے کے لیے گیا تھا۔

کمار صاحب کو دیکھتے مصطفیٰ نے مضبوط لہجے میں بتایا تھا۔

کیوں تم نے مجھے پہلے تو نہیں بتایا تھا کہ تم آذانیں بھی دیتے ہو اگر بتا دیا ہوتا تو آج تم یہاں میرے سامنے نا ہوتے دوبارہ میں نا سنو کہ تم صبح منہ اندھیرے گھر سے نکلو۔
میرے کچھ اصول ہیں جو میں نے تمہیں جاب دینے پر بتا دیئے تھے اور مجھے بالکل نہیں پسند۔
پر سر۔

خاموش پہلے میری بات پوری ہونے دو۔

مصطفیٰ کو جاب دینے سے پہلے بتائے گئے اصولوں کو یاد کرواتے کمار صاحب کی بات جانے پر وہ مصطفیٰ پر چلائے تھے جس پر وہاں موجود سب ملازم ہر وقت ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔
سوری سر۔

کمار صاحب کے چلانے پر خود پر ضبط کرتے مصطفیٰ نے اپنے دانت دباتے ہوئے کہا تھا۔
دوبارہ یہ غلطی نا ہو اگر تمہیں وہ آذان دینے والا کام کرنا ہے تو تم جاسکتے ہو پر ایک بات یاد رکھنا تم نے جاب سے پہلے جو ایگریمنٹ سائن کیا تھا اس پر نظر ثانی کر لینا تو پتہ چل جائے گا کہ اگر تم سال سے پہلے جاب سے ریزائن کرتے ہو تو تمہیں دس لاکھ جرمانہ بھرنا ہوگا۔
مصطفیٰ کی دماغ میں آئی بات سمجھتے ہوئے کمار صاحب نے غصے سے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے کنٹریکٹ پیپر میں لکھے گئے رولز یاد کرواتے مسکرائے تھے وہ رولز جو انہوں نے خود مصطفیٰ کو پورے پڑھنے نا دیئے تھے۔

پر سر میں نے ایسا کچھ نہیں پڑھا تھا اس میں۔

کمار صاحب کی بات پر ضبط سے سرخ ہوئی آنکھوں سے مصطفیٰ نے کمار صاحب کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

کیوں تم نے پڑھے نہیں یا پڑھنا نہیں آتا۔
مصطفیٰ کے بے یقینی سے پوچھنے پر کمار صاحب نے کڑے تیوروں سے دیکھا تھا۔
اب تم جا سکتے ہو۔

مصطفیٰ کو خاموش کھڑے دیکھ کمار صاحب نے اسے جانے کا کہا تھا۔

مئی مجھے باہر جانا۔

دو دن سے کمرے میں بند پریت اب بے زار ہو چکی تھی۔

پر پریت بے بی ابھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

مئی میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں پلیز مجھے باہر لے چلیں۔

مسسز کمار کے باہر نالے جانے پر پریت نے زور دیتے ہوئے کہا تھا جس پر مسسز کمار مسکرائیں تھیں۔

پہلے میں چیک کر لوں بخار کتنا ہے ابھی تو تیز ہے بیٹا۔

پریت کے ضد کرنے پر مسسز کمار نے اس کے ماتھے پر رکھتے ہوئے اس کا بخار چیک کرتی فکر سے بولیں تھیں۔

مئی کچھ نہیں ہوگا ہم تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گے۔

ٹھیک ہے میں آپ کو باہر لے کر جاؤں گی تو پھر آپ مجھے بتائیں گی کیا بات آپ کو پریشان کر رہی ہے۔

پریت کے مسلسل کمرے سے باہر جانے کی ضد کرنے پر مسسز کمار نے پریت سے اس کی پریشانی کا پوچھنا کا طریقہ سوچا تھا جس پر پریت خاموش ہوئی تھی۔
چلیں باہر۔

پریت کو سوچ میں ڈوبے دیکھ مسسز کمار نے گرم شال اس کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔
جی مئی۔

کیا سوچ رہی ہو پریت۔
گہری سوچ میں گم گلاس ونڈو سے باہر دیکھتی پریت سے ساز کمار نے پوچھا تھا۔
کچھ نہیں کچھ بھی تو نہیں مئی۔

مسسز کمار کے پوچھنے پر پریت نے لبوں پر مسکراہٹ سجاتے کہا تھا۔
پکا،،،،، جی مئی پکا۔

مئی مجھے کافی چائیے مل سکتی ہے۔

گلاس ونڈو سے گھر میں داخل ہوتے مصطفیٰ کے دیکھنے پر اسے نظر انداز کرتی پریت نے مسسز کمار کو دیکھتے کافی کا کہا تھا۔

نظر انداز کرنے میں فقط تم ہی نہیں ماہر
نگاہیں پھیر لینے کا ہنر ہم کو بھی آتا ہے۔

میں ابھی اپنے بچے کے لیے لے کر آتی ہوں۔

پریت کے سر پر پیار کرتی مسسز کمار اس کی طبیعت میں آتی تبدیلی دیکھ کر خوشی سے کہتی اٹھی تھیں

-

یہ لوں میری جان میرا بے بی۔

کافی کامگ پریت کی طرف بڑھاتی مسسز کمار نے خوشی سے سرشار ہوتے اسے پیار سے پکارا تھا۔
تھینک یو می۔

مسسز کمار کے پیار پر وہ خوش ہوئی تھی۔

می ہم گارڈن میں چلیں۔

مصطفیٰ کو خاموشی سے واچ مین کے ساتھ بیٹھے دیکھ پریت سے مسسز کمار گارڈن میں جانے کی فرمائش کی تھی۔

پر ابھی آپ کی طبیعت۔

می ٹھیک ہے ابھی پلیز چلیں۔

وہ مسسز کمار سے کہتی باہر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اچھا چلو پہلے یہ شال اچھے سے لوں ورنہ ٹھنڈ لگے گی۔

پریت کی کندھوں سے سرکتی شال ٹھیک کرتی مسسز کمار پریت کے ساتھ گارڈن میں آئی تھی۔

ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے۔

پریت کو نارمل ہوتے دیکھ مسسز کمار نے ایک بار پھر پوچھنے کی کوشش کی تھی۔

می وہ وہ مجھے۔

میڈم صاحبہ آپ کا فون ہے۔

ملازمہ کے پکارنے پر مسسز کمار کو اپنی پریشانی بتاتی ہوئی پریت خاموش ہوئی تھی۔

تم جاؤ میں آتی ہوں پریت بے بی آپ بھی چلو اندر۔

ملازمہ کو جانے کا کہتی مسسز کمار نے پریت کو اندر چلنے کا کہا تھا۔

می آپ جائیں بات کر لیں میں ٹھیک ہوں۔

مسسز کمار کو اپنے لیے پریشان دیکھ کر پریت نے انہیں اپنے طور مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔

اچھا تم بیٹھ جاؤ میں ابھی آتی ہوں۔

پریت کو بیٹھنے کا کہتی مسسز کمار اندر کی سمت بڑھی تھی۔

پریت میڈم۔

مصطفیٰ کو کافی دیر سے پریت سے بات کرنا چاہتا تھا ہر مسسز کمار کی وجہ سے وہ آگے نہیں آیا تھا ان

کی اندر جاتے ہی وہ پریت کے پاس آیا تھا پریت کو خاموشی سے کافی مگ کو گھورتے دیکھ مصطفیٰ نے

اسے پکارا تھا جس پر پریت نے اسے خالی نظروں سے دیکھا تھا۔

بولو۔

جی میڈم وہ میں۔

وہ جو پریت کی دو دن کے بخار سے زرد ہوئی رنگت ہمیشہ غصے سے دیکھتی بڑی بڑی خوبصورت

آنکھوں کے گرد پرٹے ڈارک سرکل چھوٹی سی سرخ ہوتی ناک دیکھ مصطفیٰ گڑبڑایا تھا۔

کوئی کام ہے۔

مصطفیٰ کو اپنی طرف دیکھتے پا کر کرپریت نے نارمل انداز میں پوچھا تھا۔

جی ہاں سوری۔

مصطفیٰ جو آج زینت کی بات پر غور کرتا پریت جا بغور جائزہ لے رہا تھا پریت کی بولنے پر خود کو

کمپیوز کرتا بولا تھا۔

سوری کس لیے۔

مصطفیٰ کے سوری کرنے پر پریت نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

آپ کی طبیعت اگر میری وجہ سے خراب ہے تو سوری۔

بینیمے لفظوں کی سہی کرتا مصطفیٰ جلدی میں کہتا گردن جھکا گیا تھا۔

ہاں وہ تو ہے۔

وہ مصطفیٰ کی بات پر خفگی سے بولی تھی جس پر مصطفیٰ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

کیا دیکھ رہے ہو بولا تھا نا بات کر لوں مجھ سے مجھے نہیں اچھا جب کوئی مجھے اچھا لگتا ہو اور وہ مجھ

سے بات نا کرے تو ایسا ہی ہو جاتا ہے۔

مصطفیٰ کے بات کرنے پر خود میں ایک لگ ہی سکون محسوس کرتی پریت نے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے

کہا تھا جس پر پریت کے کہے ایک ایک لفظ پر غور کرتے مصطفیٰ نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

اب کیا سوچ رہے ہو اب تم مجھ سے بات کرو گے نا۔

مصطفیٰ جو سوچ میں گم دیکھ پریت نے اس کے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے پوچھا تھا جس پر مصطفیٰ نے گردن ہلائی تھی۔

پھر تم کچھ بول کیوں نہیں رہے۔

مصطفیٰ کو خاموشی سے کھڑے دیکھ پریت نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا تھا۔

مجھے لگتا تھا کہ میں غلط ہوں پر آج پتہ سہی تھا۔

کیا ااا لگتا تھا تمہیں۔

کچھ نہیں۔

وہ جو اپنی ہی دھن میں کہہ رہا تھا پریت کی پوچھنے پر مسکرایا تھا۔

کہاں جارہے ہو مصطفیٰ۔

مصطفیٰ کو جاتے دیکھ پریت نے اسے آواز لگاتے ہوئے پوچھا تھا پر وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہاں سے گیا تھا۔

اسے پہلے دن ہی پریت کی حرکتیں کچھ عجیب لگی تھی پھر اس کا اس لڑکی سے مصطفیٰ کے لیے لڑنا اور

پھر وہ گانا مصطفیٰ کے دماغ کو سن کر رہے تھے۔

اس ہی لیے مصطفیٰ کو یہاں سے جانا ہی مناسب لگا تھا۔

کیا ہوا پریت بے بی کس کو پکار رہی ہو۔

پریت کے پیچھے آتی مسسز کمار نے پوچھا تھا۔

کسی کو نہیں مئی کو کی کال تھی۔

مسسز کمار کی بات ٹالتی پریت نے ان سے فون کے مطلق پوچھا تھا۔
آپ کے ڈیڈی کی ،،، کیا کہہ رہے تھے ڈیڈی ،،، پوچھ رہے تھے ان کی طبیعت اب کیسی ہے۔
میں بالکل ٹھیک ہوں ممی آپ ڈیڈی کو بتا دیں۔
مسسز کمار کی بات پر پریت نے خوشی سے مسسز کمار کے گلے لگتے ہوئے کہا تھا جس پر مسسز کمار
حیران ہوئی تھی۔

ارے واہ میری بیٹی بڑی خوش نظر آ رہی ہے۔
کیا ہوا ہے ایسا ہاں۔
پریت کو چہکتے ہوئے دیکھ مسسز کمار نے پریت کو جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
کچھ بھی نہیں ممی بس میں ٹھیک ہو گئی۔
مسسز کمار کے پوچھنے پر پریت نے معصومیت سے جواب دیا تھا۔
تم مجھے بتا رہی تھی نا کیا بات تھی اب بولو۔
کوئی بات نہیں تھی ممی ،،، ممی چلیں اندر چلتے ہیں مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔
مسسز کمار کے پوچھنے پر پریت نے بات بدلتے ہوئے ٹھنڈ لگنے کا بہانا کیا تھا۔

ابو آنکھیں کھولیں ابو۔

جمال کچھ کرو اٹھاؤ اپنے ابو کو۔

شکور صاحب کو ہوش میں نا آتے دیکھ خالدہ بیگم نے اسے روتے ہوئے ڈاکٹر کو بلانے کا کہا تھا۔

منیب ایسولینس بلاؤ جلدی۔

شکور صاحب کے طبیعت بگڑتے دیکھ جمال نے ایسولینس منگوائی تھی۔

امی کچھ نہیں ہوگا ابو کو ڈاکٹر دیکھ رہے ہیں نا۔

خالدہ بیگم کو مسلسل روتے دیکھ منیب نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا ہوگا۔

کچھ نہیں ہوگا امی ابو کو۔

خالدہ بیگم کو گلے لگتے منیب نے خود کو حوصلہ دیا تھا۔

سہی کہہ رہا ہے منیب چاچی کچھ نہیں ہوگا۔

منیب کو خالدہ بیگم کے گلے لگے روتے دیکھ رباب نے ان کے پاس آتے کہا تھا۔

جمال کہاں ہے منیب اسے بلاؤ۔

امی ڈاکٹر نے دوا منگوائی تھی وہ لینے گئے ہیں۔

جمال کا پوچھتی خالدہ بیگم کو بتاتے منیب نے اپنی نم آنکھیں پھینچی تھی۔

کیا ہوا ہے ڈاکٹر میرے والد ٹھیک ہیں۔

پچھلے آدھے گھنٹے بعد آپریشن روم ڈاکٹر سے بے چینی سے انتظار کرتے جمال نے پوچھا تھا۔

دیکھیں ہم نے کافی کوشش کی پر بی پی ہائی اور مینٹل اسٹرس کی وجہ سے انہیں فالج ہو گیا ہے ان کا

آدھا حصہ مود نہیں کر پارہا۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر آپ کچھ کریں انہیں ٹھیک کر دیں۔

ڈاکٹر کی بات سن جمال کی آنکھوں سے بے بسی کے آنسوؤں نکلے تھے۔
سنھالیں خود کو اللہ نے چاہ تو وہ آپ سب کی دعاؤں سے جلد صحتیاب ہو سکتے ہیں۔
جمال کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ڈاکٹر نے اسے حوصلہ دیتے کہا تھا۔
جمال ،،،،

خالدہ بیگم کے پکارنے پر وہ آنسوؤں صاف کرتا لہجے کو مضبوط کرتا بولا تھا۔
جی امی تمہارے ابو کو ٹھیک کرواؤ۔
امی کچھ نہیں ہوگا کہا نا ڈاکٹر نے ہم دعا کریں گے تو وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے اور ہم کریں گے دعا
بس آپ دعا کریں۔
خالدہ بیگم کے ہاتھ چومتے ہوئے جمال نے انہیں دعا کرنے کا کہا تھا۔
یہ سب تایا جی کی وجہ سے ہوا ہے۔
خالدہ بیگم کو دیکھتے ہوئے جمال نے غصے سے کہا تھا۔
جمال اس میں ابو کا کیا قصور ہے یہ سب۔
بس رباب چپ رہو تم۔

جمال کو ان سب کا ذمے دار جبار صاحب کو ٹھہراتے دیکھ رباب بیچ میں تھی جس پر جمال نے اسے
کچھ بھی کہنے سے سختی سے ٹوکا تھا۔
یہ سب جو آج ہوا ہے نا یہ سب تمہارے ماں باپ کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ سچ ہے وہ سچ جیسے تم
لاکھ چاہنے کے باوجود بدل نہیں سکتی۔

جمال ایسا کچھ نہیں ہے ،،،،،

منیب اپنی بھابھی اور امی کو گھر چھوڑ کر آؤ۔

رباب کی کوئی بھی بات سنے بغیر جمال نے انہیں منیب کو گھر لے جانے کا کہا تھا۔

میں نہیں جا رہی پہلے تم مجھ سے بات کرو۔

جمال کی بات پر رباب نے غصے سے جانے سے منع کیا تھا۔

میں نے کہا تم گھر جاؤ میں تم سے وہاں بات کروں گا ابھی تم یہاں سے جاؤ رباب۔

خود پر ضبط کرتے ہوئے جمال نے سخت مگر دھیمے لہجے میں رباب کو کہا تھا۔

امی آپ پلیز گھر جائیں۔

جمال میں ٹھیک ہوں بیٹا تمہارے ابو کو ہوش آئے گا تو میں نہیں چاہتی میں یہاں نا ہوں۔

امی میں ہوں نا یہاں آپ پلیز گھر جا کر آرام کریں پلیز۔

خالدہ بیگم کو نا جاتے دیکھ جمال نے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے انہیں گھر جانے پر زور دیا تھا۔

جمال اب تو چاچو کی طبیعت بھی پہلے سے کافی بہتر ہو گئی ہے کیا اب بھی ہم بات نہیں کر سکتے۔

پانچ دن بعد شکور صاحب کے ہسپتال سے گھر لوٹنے پر رباب نے موقع غنیمت جاتے جمال کا راستہ

روکتے ہوئے کہا تھا۔

کیا بات کرنی ہے تمہیں۔

رباب کے رستے میں حائل ہونے پر جمال نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

جمال جو کچھ ہوا اس میں ابا کا کوئی قصور نہیں ہے۔

رباب کس کا قصور ہے کس کا نہیں یہ مجھے اچھے سے پتہ یہ تمہارے ابا نے نہیں کیا نا پھر تو جو کل تمہارا بھائی کارخانے سے میرا سامان اٹھا اٹھا کر سڑک پر پھینک رہا تھا وہ بھی تمہارے بھائی نے نہیں کیا تھا وہ کوئی اور تھا کیوں سہی کہہ رہا ہوں نہ میں۔

رباب کے بات پر جمال نے غصے سے دھاڑتے ہوئے اس کی بات کاٹتے ہوئے کل ابتسام کا رویہ اور اپنی تذلیل یاد کرتا رباب پر چلایا تھا۔

جمال یہ کیا لگا رکھا ہے تمہارے ابا تمہارے بھائی کیا وہ تمہارے کچھ نہیں لگتے اور رشتے ایسے توڑے نہیں جاتے جیسے تم توڑ کر آئے ہو۔

جمال کی بات پر رباب نے اسے رشتوں کی احساسیت کا بتایا تھا۔

رہی بات کارخانے کی جو تم نے ابتسام کے ساتھ کیا اسے مارا اس کے بعد تم کیا توقعہ رکھتے ہو وہ یہ سب نا کرے۔

بس رباب بہت ہوا تمہارا تمہیں وہ لوگ زیادہ عزیز ہیں تمہارے اس بھائی نے میری بہن کے بارے میں کیا کہا جانتی ہو نا سنا تھا نا تم نے۔

رباب کی باتوں کا دودو جواب دیتے جمال نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

جمال کیا کر رہے ہو یہ تو کوئی بھی لڑکا کہنے گا جب اس کی منگیتر اتنے دن گھر سے باہر رہے گی تو۔ خود پر ضبط کرتے جمال نے ہاتھ کی مٹھیاں بند کرتے ہوئے دروازے پر مکا مارا تھا ایک لفظ اور نہیں

-

رباب نے جمال کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے روکا تھا۔

میں نے کہہ دیا رباب ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ لوگ اب ہمارے کچھ نہیں لگتے اور اب تم وہاں بالکل نہیں جاؤ اگر تم وہاں گئی تو میرا تم سے بھی کوئی واسطہ نہیں تم وہاں نہیں جاؤ گی ہمارے رشتے کے لیے۔

رباب سے اپنا ہاتھ آزاد کرواتے جمال نے اسے وہاں جانے سے روکنے کے لیے اپنے رشتے کا حوالہ دے گیا تھا۔

پر جمال روکو میری بات تو سنو۔

اپنی بات کہتا جمال بغیر رباب کی سنے گیا تھا۔

ایسا نہیں ہوتا جمال میں اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔

جمال کے جانے کے بعد رباب نے اپنے آنسوؤں پہنچتے ہوئے سوچا تھا۔

کتنی دیر میں آئے گا وہ مندر۔

پچھلے دو گھنٹے سے ڈائیونگ کرتے مصطفیٰ کے چہرے پر تھکن دیکھ پریت نے مصطفیٰ سے پوچھا تھا۔
پریت کی صحت کے لیے منت کرنے پر مسسز کمار نے پریت کو کسی مانے تانے جنگل میں آباد مندر بھیجا تھا۔

آنا تو انہیں خود تھا پر کمار صاحب کے ساتھ ان کے بزنس پارٹنر کے ساتھ ڈنر پلین کرنے پر کمار صاحب نے مصطفیٰ کو سختی سے سب راستے سمجھتا ہوئے اسے پریت کے ساتھ بھیجا تھا۔

بس میڈم کچھ دور آپ کو کچھ چاہیے۔
 نہیں کچھ نہیں چاہیے میں تو بول بول کر تھک گئی تم تو پھر ڈرائیور کر رہے ہو تم بھی تھک گئے ہونا
 اس لیے بولا۔

مصطفیٰ کے پوچھنے پر پریت نے فکر سے مصطفیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
 جس پر مصطفیٰ نے خاموشی سے گردن ہلائی تھی۔
 مصطفیٰ تم سے ایک بات کہوں۔
 جی میڈم۔

پریت کی پوچھنے پر مصطفیٰ نے ایک نظر پریت کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
 تم نا بہت اچھے لگتے ہو۔

مجھے دو قسم کے لوگ اچھے لگتے ہیں ایک وہ جو اچھے لگتے اور ایک وہ جو لوہو والے اچھے لگتے ہیں۔
 پوچھوں گے نہیں تم مجھے کون سے والے اچھے لگتے ہو۔

اپنی دھن میں بولتی پریت نے مصطفیٰ کے دیکھنے پر اسے سے پوچھا تھا۔
 نظر نظر سے حال دل کا پتا چلتا ہے

آپ ہم پہ ہے فدا یہ صاف پتا چلتا ہے
 نہیں مجھے نہیں جاننا میڈم آپ کچھ کھالیں آپ کو بھوک لگی ہوگی۔
 پریت کی آنکھوں میں چمک دیکھ مصطفیٰ نے بات کو ٹالنا بہتر سمجھا تھا۔
 مجھے بھوک نہیں لگی تم پوچھوں جو میں نے کہا ہے۔

مصطفیٰ کی بات کی نفی کرتی پریت نے روب سے پوچھنے کا کہا تھا۔
چھوڑو تم میں بتاتی ہوں تم مجھے کونسے والے اچھے لگتے ہو۔
مصطفیٰ کے کچھ نابولنے پر پریت نے دوستانہ لہجہ اپناتے ہوئے مصطفیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے
کہا تھا۔

جس پر مصطفیٰ نے کندھے پر رکھے پریت کے ہاتھ کو دیکھا تھا۔
تم نا مجھے لو یو،،، یہ کیا ہوا اسے۔

پریت کی چلتی زبان کو گاڑی کے جھٹکا لگے پر لگا تھا۔
پتہ نہیں میڈم میں چیک کرتا ہوں۔

گاڑی کے روکنے پر مصطفیٰ نے شکر کس سانس کیا تھا اور گاڑی چیک کرنے کے لیے گاڑی سے اترا تھا۔

کیا ہوا مصطفیٰ۔

ونڈوسیٹ سے آدھی باہر نکلتی پریت نے پوچھا تھا۔
میڈم انجن میں کوئی خرابی ہے پر سمجھ نہیں آ رہا کیا۔
پریت کی طرف آتے مصطفیٰ نے پریشانی سے اسے بتایا تھا۔
تو بناؤ اسے،،، مجھے نہیں آتا یہ کام میڈم۔

پریت کو جواب دیتے مصطفیٰ نے ادگرد نظر دوڑائی تھی پر سنسان سڑک پر کوئی نا دیکھائی دیا تھا۔
اب کیا ہوگا۔

مصطفیٰ کی بات سن پریت صدمے سے بولی تھی۔
 آپ یہاں بیٹھیں میں میکینک کو دیکھ کر آتا ہوں۔
 پریت کو پریشان دیکھ مصطفیٰ نے اسے گاڑی میں رکنے کا کہا تھا۔
 نہیں میں یہاں نہیں روکوں گی میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔
 مصطفیٰ کی بات پر برک رفتاری سے گاڑی سے باہر نکلتی پریت نے اس کے ساتھ جانے کا کہا تھا۔
 پر،،،،، پرور کچھ نہیں میں ساتھ چلوں گی۔
 مصطفیٰ کو کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتے دیکھ پریت نے اسے ٹوکا تھا۔
 چلیں میڈم۔
 پریت کو ساتھ چلنے کا کہتا مصطفیٰ آگے بڑھا تھا۔

السلام وعلیکم اماں۔
 کچن میں کام کرتی رباب فون کی آواز سن کر کمرے میں آئی تھی اسکرین پر چمکتے شہناز بیگم کے نام کو
 دیکھ رباب نے جلدی سے کال پک کرتے سلام کیا تھا۔
 وعلیکم السلام میری بچی کیسی ہے۔
 رباب کی آواز سن شہناز بیگم نے ممتا سے چور لہجے میں اس کا حال پوچھا تھا۔
 کیسی ہو سکتی ہوں اماں کام کر کر کر تھک گئی ہوں۔
 شہناز بیگم کے پوچھنے پر رباب نے کلتے ہوئے کہا تھا۔

کیوں کر ہو تم اتنا کام چھوڑ دو تم خود کر لیں گی وہ ماں بیٹیاں بیٹی کو کیا رلنے کے لیے پیدا کیا ہے تمہاری ساس نے۔

رباب کی آواز میں تھکن محسوس کرتی شہناز بیگم نے غصے سے کہا تھا۔

نہیں اماں صبح کالج جانے سے پہلے ماورہ نے میری مدد کی تھی پر اب جب تک وہ واپس نہیں آتی جب تک میں اکیلی ہی کروں گی نا۔

شہناز بیگم کے غصہ ہونے پر رباب نے ان کا غصہ کم کرنے کے لیے ان سچ بتایا تھا۔ کہاں ہے تمہارا وہ شوہر جمال۔

رباب کی بات پر شہناز بیگم نے بات بدلتے جمال کے بارے میں پوچھا تھا۔

پتہ نہیں کہاں گیا ہے پہلے تو کارخانے جاتا تھا تو پتہ ہوتا تھا اب کہاں پتہ چلے گا کہ کہوں ہے کہاں نہیں۔

میں ایک بات کہوں۔

جمال کے بارے میں بتاتی رباب نے شہناز بیگم کو خاموش دیکھ کر پوچھا تھا۔

ہاں کہوں کیا ہوا کچھ کہا کیا ان لوگوں نے تمہیں۔

رباب کی بات پر شہناز بیگم نے تجسس سے پوچھا تھا وہ تھی ہی اس موقع کی تلاش میں کے کہیں کوئی چوک ہو اور تماشا کریں۔

نہیں اماں انہوں نے کچھ نہیں کہا پر ابتسام نے جو کل جمال کے ساتھ کیا اسے وہ نہیں کرنا چاہیے تھا جمال نے دن رات ایک کر کر وہ کارخانہ اس مقام تک پہنچایا ہے اور کل ابتسام نے اس کا سارا سامان سڑک پر پھینک دیا اس کا نا سہی اپنی بہن کا ہی سوچ لیتا۔

جمال سے پتہ چلی بات پر رباب نے افسوس کرتے اپنی ماں سے شکوہ کیا تھا چاہے جو تھا اسے جمال کی عزت عزیز تھی۔

جو جمال نے اس کے ساتھ کیا تمہیں لگتا ہے تمہارا بھائی اسے چھوڑے اور میں تو کہتی ہوں سہی کیا ابتسام ان جیسے لوگوں کے ساتھ ہونا ہی یہ چاہیے۔

رباب کو جمال کی طرف سے بولتے دیکھ شہناز بیگم کا پارہ چڑھتا تھا اور اس ہی غصے میں انہوں نے کسی کا لہا زنا رکھا تھا۔

اماں ایسے تو نا کہیں میں بھی ان ہی میں شامل ہوں۔
کب تک ہو تم ان میں شامل۔

کیا ااا مطلب کب تک اماں تاحیات میں ان کے ساتھ ہی ہوں اماں میں جمال کی بیوی ہوں جہاں جمال وہاں میں۔

رچاب کی باتوں پر شہناز بیگم نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا تھا جس پر غور کرتی رباب نے انہیں جمال سے جڑا اپنا رشتہ یاد کروایا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے یہ جمال تمہیں رکھے گا کبھی بھی نہیں یہ تمہارے باپ بھائی سے بدلا لینے کے لیے تمہیں بھی چھوڑ دے گا رباب زیادہ امید نا رکھنا اس سے میری بچی ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔

جمال کی خلاف رباب کو بھڑکاتی شہناز بیگم نے اسے اپنے ساتھ ہونا کا یقین دلایا تھا۔
جمال نے مجھ سے اس رشتے کے لیے صرف ایک بات کا مطالبہ کیا ہے اماں اگر میں وہ پورا کر دوں
تو میں جمال کے ساتھ ہمیشہ خوش رہوں گی۔
کونسا مطالبہ رباب۔

اماں جمال چاہتا ہے اگر میں اس کے ساتھ رہوں تو میں آپ لوگوں سے ناملوں اور میں نے سوچ لیا
ہے اب میں آپ لوگوں سے نہیں ملوں گی اماں۔
دل پر پتھر رکھتی رباب نے آخر اپنے گھر والوں سے ناملنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اب اپنی اماں کو بھی
اپنے فیصلے سے آگاہ کر رہی تھی جس پر فون کی دوسری سمت موجود شہناز بیگم کو رباب کے بات پر
جھٹکا لگا تھا۔

یہ کیا کہہ رہی ہو تم رباب تم اس کل کے لڑکے کے لیے اپنے ماں باپ بہن بھائی سب کو چھوڑ دوں
گی یہ سننے سے پہلے میں مریوں نہیں گئی۔
شہناز بیگم کی صدمے سے بے حال آواز اسپیکر سے گونجی تھی۔
اماں اماں آپ سن رہی ہیں نا اماں۔

کال چلتے ہوئے شہناز بیگم کے آواز نا آنے پر پر نے انہیں پکارا تھا جب اس کی پکارنے پر آواز نا آئی
تو وہ اپنی چادر سر پر لیتی باہر کی طرف بڑھی تھی۔
بھا بھی کہاں جا رہی ہیں کیا ہوا بھا بھی۔

پریشانی سے رباب کو جاتے دیکھ ماورہ نے پوچھا تھا پر رباب بغیر کوئی جواب دے گئی تھی۔

مصطفیٰ ایک بتاؤ۔

جی میڈم۔

تم کیا فوج میں تھے جو اتنا تیز چلتے ہو۔

مصطفیٰ کے تیز رفتار سے چلنے پر اس کے ساتھ نا چل پاتی پریت نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

جی نہیں تو میڈم۔

پریت کے پوچھنے پر مصطفیٰ نے حیرت سے کہا تھا۔

پھر کیوں چل رہے ہو اتنے تیز تیز تم۔

ہمیں دیر ہو رہی ہے میڈم اس لیے۔

پریت کو اپنی طرف غصے سے دیکھنے پر مصطفیٰ نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
وہاں کیا دیکھ رہے ہو۔

مصطفیٰ کے اپنی طرف نا دیکھنے پر پریت سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

میڈم کیا میں آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔

پریت کی طرف دیکھتے مصطفیٰ نے پوچھا تھا۔

ایک بات کیوں ہزار پوچھو۔

مصطفیٰ کے کچھ پوچھنے کی بات پر خوش ہوتی پریت نے چہکتے ہوئے کہا تھا۔

وہ جون کون تھا۔

کافی وقت سے دماغ میں گردش کرتا جون کا نام جس کے بارے میں وہ کئی بار پریت سے پوچھنے کا سوچتا تھا پر ہمیشہ ہی نا پوچھ پاتا پچھلے تین ماہ میں اس نے سے محسوس کیا تھا جب جب جون کا ذکر ہوتا پریت سہم جاتی تھی۔

میڈم کون ہے وہ جون جس کا نام سن کر آپ ڈر جاتی ہیں جسے ابھی۔

پریت کی آنکھوں میں خوف سے نمی تیرتے دیکھ مصطفیٰ نے پریت کو ہلاتے پوچھا تھا۔ اگر آپ نہیں بتانا چاہتی تو کوئی بات نہیں چھوڑیں۔

پریت کو کچھ ناکتہ دیکھ مصطفیٰ نے اسے ریلکس کرنے کو کہا تھا اور آگے بڑھا تھا۔ جون میرا ڈرائیور تھا اور وہ بہت گندہ گھٹیا آدمی تھا۔

مصطفیٰ کے مڑنے پر پریت نے ہمت جمع کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی آواز سن مصطفیٰ کے پیر جامد ہوئے تھے۔

ایک دن وہ مجھے یونی سے سیدھا بیچ پر لے کر گیا تھا

مصطفیٰ کے پیچھے آتی پریت نے اسے بتایا تھا۔

پھر،،،

پریت کو اپنے برابر میں کھڑے دیکھ مصطفیٰ نے آگے کا پوچھا تھا۔

وہاں اس نے میرے ساتھ بد تمیزی کرنے کی کوشش کی تھی پر عین وقت پر ڈیڈی وہاں آگئے اور انہوں نے مجھے بچایا وہ بہت گندہ تھا۔

پر کمار سر وہاں کیسے آئے اور آپ اس ساتھ کیوں گئیں تھیں۔
ڈیڈی وہاں میٹنگ کے لیے آئے تھے میں کبھی ممی اور ڈیڈی بغیر باہر نہیں گئی پر وہ بیچ میں نے نہیں
دیکھی تھی جون نے کہا وہ مجھے دیکھا کر لائے گا پر اس نے۔
مصطفیٰ کی تفصیل پوچھنے پر اسے سب سچ سچ بتاتی پریت کی ہچکیاں بندھی تھی۔

جس پر مصطفیٰ پریشان ہوا تھا۔

آپ اس کے ساتھ بھی ایسے ہی فرینک ہوتی ہوگی جیسے میرے ساتھ تبھی تو وہ۔
شٹ اپ مصطفیٰ میں تمہیں ایسی لگتی ہوں اس سے تو میں نے کبھی بات بھی نہیں کی تھی۔
اچھا۔

پریت کو روتے دیکھ مصطفیٰ نے بات بدلتے ہوئے پریت کے خود کے ساتھ فرینک ہونے پر چوٹ
کرتا بولا تھا جس پر غصے سے اپنی آنکھیں صاف کرتی پریت چلائی تھی۔
تو پھر مجھ سے کیوں کرتی ہیں۔

پریت کے واپس اپنے روپ میں آتے دیکھ مبہم سا مسکرایا تھا۔
تم الگ ہو اس لیے تم سے بات کر کے اچھا لگتا ہے اس لیے۔
مصطفیٰ کو مسکراتے ہوئے دیکھ پریت نے مسکرا کر کہا تھا۔

کہاں دیکھ رہے تم کیا ہے وہاں۔

مصطفیٰ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتی پریت نے پوچھا تھا۔

میڈم وہاں سامنے کوئی ہے شاید ہماری مدد کر دے۔

پریت کو جواب دیتے مصطفیٰ نے دوڑ لگائی تھی۔
روکو مصطفیٰ مصطفیٰ روکو مجھے ساتھ لے کر چلو۔
۲۲۲ مصطفیٰ،،،،

مصطفیٰ کے بھاگنے پر پریت نے اسے کے پیچھے بھاگتے ہوئے اسے روکا تھا کہ اچانک اس کا پیر مڑا تھا۔
درد سے روتی پریت وہی سڑک پر بیٹھی تھی۔
کوئی ہے کیا یہاں۔

مکینک شاپ کے پاس آتے مصطفیٰ نے کسی کو وہاں نا پاتے ہوئے پکارا تھا۔
جی کہیں کیا کام ہے۔

شاپ میں بنے چھوٹے سے دروازے سے نکلتے جوان نے انگریزی میں پوچھا تھا۔
کیا آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں ہماری گاڑی خراب ہو گئی ہے۔

اس لڑکے کے پوچھنے پر اپنے اور پیچھے کی طرف اشارہ کرتے مصطفیٰ نے اس سے مدد طلب کی تھی۔
جون ہے آپ کے آپ تو اکیلے ہیں۔

مصطفیٰ کے ہم ہم کرنے پر اس کے ساتھ کسی کو موجود نا پا کر لڑکے نے تعجب سے پوچھا تھا۔

کیا ااا پریت میڈم پریت میڈم کہاں ہیں آپ،،،، آپ پلیز چلیں میرے ساتھ۔

پریت کو آواز دیتے مصطفیٰ نے اس لڑکے کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا تھا۔

پریت پریت،،،،

پریت میڈم۔

پریت کو سڑک پر بیٹھے روتے ہوئے دیکھ مصطفیٰ بھاگ کر اس کے پاس آیا تھا۔
کیا ہوا آپ کو اور آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔
چلے جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے ڈرائیور تم جاؤ۔
مصطفیٰ کے فکر کرنے پر پریت نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا تھا۔
کیا ہوا ہے میڈم آپ رو کیوں رہی ہیں۔

پریت کے مسلسل رونے اور غصے سے چلانے پر مصطفیٰ نے اس کے پاس آتے ہو کہا تھا۔
برو سب ٹھیک ہے۔

پریت کے رونے اور مصطفیٰ کو دھکے دینے پر ساتھ آئے لڑکے نے پوچھا تھا جو پریت اور اس کے بچے
ہوئی باتیں سمجھنے سے قاصر تھا۔
سب ٹھیک ہے۔

گرل فرینڈ ہے ،،،

ہاں ہوں تم سے مطلب۔

لڑکے کے پوچھنے پر مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تھا پر اس لڑکے کے کہے الفاظ پر ابھی مصطفیٰ کچھ کہتا کہ
پریت نے غصے سے کہتے اسے چپ کروایا تھا۔
جس پر مصطفیٰ نے پریت کی طرف دیکھا تھا۔

کیا دیکھ رہے ہو اگر مجھے کچھ ہو جاتا یہاں سنسان سڑک پر کوئی مجھے اٹھا کر لے جاتا تو۔

مصطفیٰ کے حیرانگی سے دیکھنے پر پریت نے ایک بار پھر اپنے سامنے بیٹھے مصطفیٰ کو دھکا دیا تھا جس پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ پاتا مصطفیٰ پیچھے گرا تھا۔
ہاہاہا گڈ،،، سوری۔

پریت کی مصطفیٰ کو دھکا دینے پر قہقہہ لگا گیا تھا پر مصطفیٰ اور پریت کو اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ سوری کرتا رخ موڑ گیا تھا۔

میڈم چلیں ہمیں دیر ہو رہی ہے۔
خود پر ضبط کرتے مصطفیٰ نے کھڑے ہوتے پریت کو بھی کھڑے ہونے کا اشارہ کیا تھا۔
میں نے آپ کو کہا ہے میڈم چلیں۔
آآ آہیہ،،،

پریت کو نا اٹھتے دیکھ مصطفیٰ نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کرنے کی کوشش کی تھی جس پر پریت کی منہ سے چیخ نکلی تھی۔

مجھے درد ہو رہا ہے میں چل نہیں سکتی مصطفیٰ۔
درد سے روتی پریت نے مصطفیٰ کو دیکھتے معصومیت سے کہا تھا۔
کیا ہوا ہے آپ کو۔

پریت کو تکلیف میں دیکھتا مصطفیٰ گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا تھا۔
میرا پیر مڑ گیا ہے یہ درد کر رہا ہے چلا نہیں جا رہا تم مجھے گود میں اٹھا لو مصطفیٰ۔
مصطفیٰ کے پوچھنے پر پریت نے اسے بتاتے ہو تجویز پیش کی تھی۔

مجھے جانا آپ لوگوں کو اگر گاڑی بنوانی ہے تو بتائیں۔
گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے مکینک نے پوچھا تھا۔
جی آپ چلیں ہم بھی آرہے ہیں۔
مکینک کو کہتے مصطفیٰ پریت کو اٹھاتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

ممی نے آپ سے پرے کی کہ میں ٹھیک ہو جاؤ اور میں ہوگی اب میری بھی ایک وش ہے اسے پورا
کر دیں گوڈ جی۔
جنگل کی بیچ و بیچ بنے اس چھوٹے سے پتھر پر نقش ہوئے اپنے بھگوان کے سامنے ہاتھ جوڑتی پریت
پوچھا سے فراغ ہوئی تھی۔
چلیں میڈم ہاں پر تم پرساد نہیں لوں گے۔
نہیں۔

مندر سے لیا پرساد مصطفیٰ کی طرف بڑھاتی پریت نے پوچھا تھا جس پر مصطفیٰ نے صاف انکار کیا تھا۔
یہ تو میری سلامتی کی پوچھا تھی لے لوں میں دعا لگے گئی۔
مصطفیٰ کے پرساد لینے سے منع کرنے پر پریت نے اسے اپنی صحت کا حوالہ دیتے لینے کو کہا تھا۔
میں آپ کی لیے دعا کروں گا میڈم کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحتیاب کریں آمین۔
آسمان کی طرف دیکھتے مصطفیٰ نے پریت کی اچھی صحت کی دعا کی تھی۔
پھر بھی لے لو۔

جی۔

تھینک یو۔

پریت کی ضد کرنے پر مجبور ہوتے مصطفیٰ نے پرساد لیتے ہوئے واپس اسے اس پتھر کے سامنے رکھ دیا تھا۔

یہ کیا کیا۔

آپ نے کہا لے لوں میں نے لے لیا اب میری مرضی میں اسے کھاؤ یا نہیں آپ نے تو دے دیا نا۔ اور ہم کسی کو مجبور نہیں کر سکتے میڈم اپنے حساب سے چلنے پر پھر یہ تو آپ کے دھرم میں ہے نا پرساد وغیرہ میں نے نہیں کھایا کیونکہ یہ میرے مذہب میں نہیں ہے دوبارہ کبھی بھی اسے لے کر آپ مجھ سے ضد مت کیجئے گا۔

پریت کے ناراضگی سے پوچھنے پر مصطفیٰ نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے سختی سے چلنے کا کہا تھا۔ ٹھیک ہے اچھا لگا جان کر۔

جس پر پریت نے مصطفیٰ کو دیکھتے مسکرا کر مختصر سا کہا تھا وہ تو خود بس مصطفیٰ کو دیکھنا چاہتی تھی کیا وہ اس کے لیے اپنے مذہب کو چھوڑ سکتا ہے اگر آج مصطفیٰ نے اسے کہنے پر وہ پرساد کھا لیا ہوتا تو پریت کو خوشی کم اور حیرت زیادہ ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

السلام وعلیکم امی۔

گھر میں داخل ہوتے جمال نے خالدہ بیگم کو کچن میں دیکھ کر ان کے پاس آتے سلام کیا تھا۔

امی اب کیسی طبیعت ہے ابو کی۔

کچن میں بنے چھوٹے سے سنک میں ہاتھ دھوتے جمال نے شکور صاحب کی طبیعت کا پوچھا تھا۔

بس ٹھیک ہی ہے جمال تمہارے ابو نے اب تک بولنا شروع کیوں نہیں کیا۔

جمال کی طرف مڑتی خالدہ بیگم نے نم لہجے میں پوچھا تھا۔

شکور صاحب کا ہر وقت بس چھت کو گھورتے رہنا یا پھر اپنے بچوں کو نم آنکھوں سے دیکھتے رہنا ان

اس حالت نے سب کو توڑ دیا تھا۔

امی ٹھیک ہو جائیں گے ابو ڈاکٹر نے کہا ہے کچھ وقت لگے گا پھر وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے انشاء اللہ۔

خالدہ بیگم کو کندھے سے لگاتے ہوئے جمال نے انہیں تسلی دیتے کہا تھا۔

انشاء اللہ تم تو سرکاری دفتر گئے تھے نا کیا ہوا۔

جمال کی بات پر آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتی خالدہ بیگم نے جمال کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

جی گیا تھا۔

پھر جمال کیا بنا۔

جمال کے لہجے میں افسردگی محسوس کرتی خالدہ بیگم پریشان ہوئی تھی۔

آپ کو پتہ تو ہے امی یہ سرکاری لوگ کہاں ہم غریبوں کی سنتے ہیں۔

کیا اب کیا ہوگا جمال۔

جمال کی باتوں کو سمجھتی خالدہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

چھوڑیں اسے امی آپ میں دیکھ لوں گا آپ یہ بتائیں آپ یہاں کیا کر رہی ہیں آپ کی بہو کہاں ہے

خالدہ بیگم کو پریشان نا ہونے کا کہتے جمال نے کچن سے نکلتے رباب کو ڈھونڈتے پوچھا تھا۔
ہوگی یہیں اب تو کچن میں ہی تھی۔

کھانا بناتی خالدہ بیگم نے مصروف سے انداز میں جواب دیا تھا۔
بھائی کیسے ہیں آپ۔

جمال کو دیکھ ماورہ نے گلے لگتے ہوئے پوچھا تھا۔

میں ٹھیک ہوں تو کیسی ہے پانچ دن کا کہہ کر سات دن بعد آئی کیوں۔

ماورہ کے گلے لگنے پر جمال نرمی سے گویا ہوا تھا۔

بھائی اچانک سے سر نے دو دن بڑھا دیے آپ چاہیں تو حیدر بھائی سے پوچھ لیں۔

اچھا اچھا کوئی بات نہیں۔

ماورہ کے صفائی دینے پر جمال نے اسے مسکرا کر کہا تھا۔

بھائی یہ سب کیوں ہوا ابو بھی بیمار ہو گئے تایا جی نے کیوں کیا بھائی۔

ماورہ نے روتے ہوئے جمال سے پوچھا تھا۔

کچھ نہیں ہوا تمہیں یہ سب سوچنے کی ضرورت نہیں ہے ماورہ تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو اور بھول جاؤ

سب کو ابتسام کو۔

ماورہ کو سمجھاتے جمال نے اسے سب کچھ بھولانے کو کہا تھا یہاں تک کہ ابتسام کو بھی۔

میں بھول گئی بھائی سب کو یہاں تک کہ ابتسام کو بھی وہ تو مجھے پہلے بھی اچھے نہیں لگتے تھے اور اب تو وہ مجھے کبھی اچھے لگ بھی نہیں سکتے۔

جمال کی بات کا مطلب سمجھتی ماورہ نے نفرت سے ابتسام کا نام لیتے ہوئے کہا تھا۔

اچھا رونا بند کرو اور امی کی ہیلپ کرو کچن میں۔

میں فریش ہو کر آتا ہوں۔

ماورہ کو چپ کرواتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھتا جمال اپنے کمرے کی سمت بڑھا تھا۔

اس کا مطلب مسٹر بینڈ سم کو آج لیٹ ہو گئی ڈیڈی بھی ناکتنا کام کرواتے ہیں۔

یونیورسٹی کے گیٹ پر کھڑی پریت نے مصطفیٰ کو گاڑی کے پاس موجود ناپاتے ہوئے اس کی مصروفیات کا سوچتے مایوس ہوئی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے سے کمار صاحب نے مصطفیٰ کی قابلیت کو دیکھتے اسے اپنے ساتھ آفس کے کام میں الجھایا ہوا تھا آج بھی مصطفیٰ کو آفس میں ہی دیر ہو گئی تھی کہ وہ گاڑی کو یونی کے سامنے کھڑا کرتا نماز کے لیے گیا تھا۔

اب میں بھی جا سکتی ہوں۔

گاڑی کے نیچے اپنا بیگ رکھتی پریت بھی مسجد کی سمت بڑھی تھی۔

کچھ دنوں سے یہ پریت کی عادت بن گیا تھا وہ ایسے ہی اپنا بیگ چھپا کر مصطفیٰ کے پیچھے جاتی تھی۔

یہ لڑکی کون ہے ہر روز آتی ہے۔

جماعت پڑھوا کر فارغ ہوتے امام صاحب نے آخر صف میں نماز پڑھتے مصطفیٰ کے عین پیچھے بیٹھی لڑکی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے مسجد کے صحن کی ایک سائیڈ پر جا بیٹھے تھے۔ پریت جو خاموشی سے سب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھی امام صاحب کے اشارہ کرنے پر وہ آہستگی سے اٹھتی ہوئی ان کے پاس گئی تھی۔

یہ کیوں پہنی ہے آپ نے ،،،

انہوں نے پریت کو مسجد کی ٹوپی پہنے دیکھ کر پوچھا تھا۔

وہ بھی تو پہنتا ہے نا ،،، تو میں نے بھی پہن لی ،،،

وہ نماز میں مشغول مصطفیٰ کی طرف اشارہ کرتی بول رہی تھی۔

جو دیر ہو جانے کی وجہ سے آخری صف میں کھڑا ہوتا اب تک نماز میں مشغول تھا۔

آپ یہ پہن لو بیٹا ،،، اور اسے اتار دو ،،،

ایک نظر مصطفیٰ پر ڈالتے ہوئے امام صاحب نے اپنا امامہ پریت کے طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

آپ کی طرح پہنو اس کپڑے کو ،،،

وہ امام صاحب کے دیئے لمبے کپڑے کو دیکھ کر معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

جیسے آپ کا دل چاہے پہن لیں ،،، اور یہ بتائیں آپ مسجد کیوں آئی ہیں۔

وہ مسکرا کر پریت کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

کیوں یہاں میں نہیں آ سکتی ،،، مندر میں چرچ میں تو کوئی نہیں روکتا۔

وہ امام صاحب کا دیا ہوا امامہ آدھا سر پر اور آدھا اپنی گود میں رکھتے ہوئے تڑخ کر بولی تھی۔

روکا تو میں بھی نہیں ہے آپ کو بیٹا۔

پر عورتوں کا مسجد میں کوئی کام نہیں،،، ہمارا اسلام عورتوں کو مسجد آنے سے منع نہیں کرتا،،، پر جب ان کا مسجد میں کوئی کام ہی نہیں تو وہ آتی بھی نہیں۔

اس کے ایک دم سے بولنے پر امام صاحب نے اسے عورتوں کے مسجد میں آنے کا بتاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ ہر روز مجھ سے چھپ چھپ کر یہاں آتا ہے تو اسے ہی دیکھنے آئی تھی،،، پر یہ اسلام کیا ہے،،، وہ نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے مصطفیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ نام کیا ہے تمہارا،،،

امام صاحب پریت کے اسلام کے بارے میں پوچھنے پر پریشان ہوئے تھے۔ پریت کمار ہے میرا نام۔

ہندو برادری سے ہو اس کا مطلب۔

امام صاحب پریت کے ایک ادا سے اپنا نام بتانے پر مضمونئی مسکراہٹ سجائے بولے تھے۔ تم یہاں کیوں آتی ہو،،، تمہارے گھر والوں کو پتہ ہے تم یہاں آتی ہو۔

میں نے بتایا تو اس کے پیچھے آئی ہوں،،، ہااااا وہ چلا گیا،،، یہ لیں پکڑیں اپنا کپڑا وہ چلا گیا۔ اب میں پکڑی جاؤں گی آپ کی وجہ سے۔

وہ امام صاحب کے پوچھنے پر دوبارہ مصطفیٰ کی طرف اشارہ کرتی بول رہی تھی کہ اچانک اسے وہاں موجود ناپاکر وہ جلدی سے اٹھتی ہوئی امامہ امام صاحب کو واپس دیتی بڑبڑاتی ہوئی بھاگی تھی۔

بھوؤؤؤ،،،،، کسے ڈھونڈ رہے ہو۔

بھاگ کر آنے سے اپنے سانس بحال کرتی پریت نے مصطفیٰ کو ڈرانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے پوچھا تھا

-

کہاں تھی میڈم آپ اور کیا ہوا ہے۔

پریت کی اکھڑی ہوئی سانسیں دیکھتے ہوئے مصطفیٰ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

میں نے کہاں ہونا ہے وہ میرا پین گاڑی کے نیچے چلا گیا تھا وہ ڈھونڈ رہی تھی بس۔

مصطفیٰ کے پوچھے گئے سوال پر بکھلاتی ہوئی پریت نے بمشکل مسکرا کر کہا تھا۔

کہاں ہے بتائیں میں نکال دیتا ہوں آپ رہنے دیں آپ کے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔

وہ ہو گے پر میں نے پین نکال لیا اب گھر چلو۔

مصطفیٰ کے فکر کرنے پر پریت نے معصومیت سے اپنے خراب ہوئے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتی بولی

تھی۔

دیکھ کیا رہے ہو تم ہیلپ کرو میری۔

کپڑے صاف کرتی پریت نے مصطفیٰ کو اپنی طرف دیکھتے پا کر مصنوعی غصہ کرتے کہا تھا جس پر مصطفیٰ

نے اس کے کپڑے صاف کرنے میں مدد دی تھی۔

کیا سوچ رہے ہو چلو جلدی۔

مصطفیٰ کو سوچ میں گم دیکھ کر کپڑے صاف ہوتے ہی پریت نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا اسے ڈر

تھا کہ کہیں آج مصطفیٰ اس کی چوری پکڑ ہی نالے۔

جی میڈم۔

پریت کی کہنے پر مصطفیٰ نے خاموشی سے ڈرائیو کرنا شروع کیا تھا۔

رباب ،،،،،

رباب رباب باتھ روم میں ہو تم۔

کمرے میں آتے ہی جمال نے رباب کو پکارا تھا پر اسے کمرے میں ناپاتے جمال نے باتھ روم چیک کیا تھا پر اسے وہاں بھی ناپاتے پریشان ہوا تھا۔ شاید چھت پر گئی ہو۔

دل میں سوچتا جمال اپنے کپڑے لیتا باتھ روم میں بند ہوا تھا۔

کہاں ہے یہ اب تک نہیں آئی۔

رباب رباب۔

تولیے سے بال رگڑتے جمال نے بلند آواز میں رباب کو بلایا تھا۔

کیا ہوا بھائی کچھ چاہیے تھا آپ کو۔

ڈریسنگ کے سامنے کھڑے بال بناتے جمال کو دیکھ کر کمرے میں آتی ماورہ نے پوچھا تھا۔

تمہاری بھابی کہاں ہے ماورہ نظر نہیں آرہی کہاں ہے وہ۔

بال بنا کر جمال نے ماورہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

وہ تو گھر پر نہیں ہیں بھائی کوئی کام ہے تو مجھے بتادیں میں کر دیتی ہوں۔

جمال کے پوچھنے پر اسے رباب کی گھر میں غیر موجودگی کا بتاتی ماورہ نے کام کا پوچھا تھا۔
کہاں گئی ہے بتایا اس نے۔

بھائی یہ تو پتا نہیں بھابھی کہاں گئی ہیں کیونکہ میں نے پوچھا تھا پر انہوں نے بتایا نہیں شاید جلدی میں تھی۔

جمال کے تفتیشی انداز میں پوچھنے پر ماورہ نے کنفیوژ ہوتے بتایا تھا۔
میں نے منع بھی کیا تھا اسے۔

کیا ہوا بھائی کیا منع کیا تھا آپ نے۔
بھائی کہاں جا رہے ہیں آپ۔

جمال کی بڑبڑاہٹ سنتے ماورہ نے پوچھا تھا پر جمال اس کی کسی بات کا بغیر کوئی جواب دیئے جلدی میں نکلا تھا۔

کیا ہوا ہے جمال کہاں جا رہے تو اتنی جلدی میں۔

جمال کو غصے میں جاتے دیکھ خالدہ بیگم نے اسے روکتے ہوئے پوچھا تھا۔

امی میں نے اسے کہا تھا کہ وہ اب وہاں نہیں جائے گی پر وہ چلی گئی امی بغیر میری سنے اس کے لیے وہ دھوکے باز لوگ زیادہ عزیز ہیں میں وہاں جا رہا ہوں امی آج فیصلہ کرنے۔

دھ سے کہتے جمال نے غصے سے اپنی آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہتا کھڑا ہوا تھا۔

کیسا فیصلہ جمال کیا کہہ رہے ہو تم تم نے اسے کیوں روکا جمال وہ اس کے ماں باپ ہیں بیٹا۔

جمال کے لہجے میں ضد اور غصہ دیکھ خالدہ بیگم کو پریشانی لاحق ہوئی تھی۔
آج وہ یا تو انہیں چن لے یا پھر مجھے امی۔

کیسی باتیں کر رہے ہو تم جمال تم کہیں نہیں جارہے بیٹھو یہیں۔

جمال روکو جمال ماورہ منیب کو کال کرو یہ لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔

جمال کی باتوں پر خالدہ بیگم کو غصہ آیا تھا اور اس ہی غصے میں انہوں نے جمال کو سختی سے بیٹھنے کا کہا
تھا پر وہ ان کی نامانتا غصے میں گھر سے نکلا تھا۔

مجھے تو لگا تھا میں مر بھی گئی تو تم نہیں آؤ گی رباب۔

تب سے آئی رباب کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھی شہناز بیگم نے یہ بات ناجانے کتنی بار دہرائی تھی۔

اماں کیسی نہیں آتی میں ابا آپ سمجھائیں اماں کو ایسی باتیں نا کریں اب ورنہ میں چلی جاؤں گی۔

بس شہناز اب تو تمہاری بیٹی تمہارے پاس ہی پھر ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔

ایک بات کہوں مجھے پورا یقین تھا میری بیٹی کسی کے بھی کہنے سے اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔

شہناز بیگم سے کہتے جبار صاحب نے رباب کو اپنے کندھے سے لگاتے ہوئے کہا تھا جس پر رباب کی
آنکھیں نم ہوئی تھی۔

ابا آپ کو چاچو سے مل کر آنا چاہیے تھا ان کی طبیعت کا پوچھنا چاہیے تھا انہیں اچھا لگتا۔

جبار صاحب سے دور ہوتی رباب نے شکوہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

دل تو بہت تھا پر جمال کی وجہ سے نہیں آئے کبھی ہمارے ساتھ بھی وہ ابتسام جیسا حال کرے اور ویسے بھی یہ سب شکور کا خود کا کیا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

رباب کی بات پر باتوں کا جال بنتے جبار صاحب نے پریشان ہونے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ ابا ایسے کب تک چلے گا یہ سب کیسے ٹھیک ہو گا ابا۔

جبار صاحب کی بات پر رباب نے امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

ابا آپ یہ کارخانہ واپس دے دیں جمال کو چاچو سے غلطی ہوئی ہے مانتی ہوں پر اگر آپ کارخانہ واپس کرتے ہیں تو میرا گھر اور آپ کے اور چاچو کے تعلقات بھی بہتر ہو جائیں گے۔

نہیں اب ایسا ہرگز نہیں ہو گا اب میں ایک سے لاکھ یہ کارخانہ اس جمال کو نہیں دوں گا اگر وہ مجھے اس کے آس پاس سے بھی گزرتا ہوا نظر آیا تو میں اس شوٹ کر دوں گا یہ سوچے سمجھے بغیر کے اس کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے۔

جبار صاحب سے بات کرتی رباب کی باتیں سن کرے میں داخل ہوتے ابتسام نے اشتعال میں آتے ہوئے بغیر اپنی بڑی بہن کا لحاظ رکھتے ہوئے جمال کو مارنے کی دھمکی دی تھی۔ کیسی باتیں کر رہے ہو تم ابتسام وہ تمہارا بڑا بہنوئی ہے ابا سمجھائیں اسے۔

تھا پر اب نہیں ہو گا۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

ابتسام کی بکو اس پر رباب نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

آج آپ اپنے شوہر کی بات نامانتے ہوئے یہاں ہیں تو آپ تو اسے چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی رباب آپ اب رہے گیا وہ گھر آ گیا ہے وہ اور اسے پتا بھی چل گیا ہوگا آپ کہاں ہیں۔
کیا ااا جمال گھر آ گیا۔

اماں میری چادر کہاں ہے۔

وہ جو سوچ رہی تھی جمال کی واپسی سے پہلے ہی واپس لوٹ جائے گی پر ابتسام کے بتانے پر پریشان ہوتی رباب نے جانے کے لیے اپنی چادر تلاش کی تھی جو اسے مل کر نادے رہی تھی۔
کیا ہو گیا ہے رباب بیٹھو اب تم اس سے ڈرو گی۔

نہیں اماں میں اس سے نہیں اپنے گھر خراب ہونے سے ڈر رہی ہوں جمال بہت غصے میں ہے اگر اسے پتا چلا میں یہاں ہوں تو پتا نہیں کیا ہوگا اماں۔

کچھ نہیں ہوگا ابھی تمہارا باپ زندہ ہے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈر سے کانپتی آواز میں کہتی رباب کو جبار صاحب نے گلے سے لگاتے ہوئے اسے اپنے ہونے کا احساس دلوایا تھا۔

رباب۔

گھر میں داخل ہوتے جمال نے بلند آواز میں رباب کو پکارا تھا کہ اس کی آواز سن رباب سے ڈر سے اچھلتی ہوئی سیدھی ہوئی تھی۔

ابا وہ آ گیا میں جاتی ہوں۔

نہیں تم کہیں نہیں جاؤ گی۔

رباب کو جاتے دیکھ جبار صاحب نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑتے روکا تھا۔
رباب۔

غصے سے پاگل ہوتے جمال نے کمرے میں آتے رباب کو دیکھ کر دھاڑا تھا۔
چلو گھر ابھی۔

کہیں نہیں جائے گی اب میری وہ اپنے گھر میں ہی ہے۔

غصے سے جبار صاحب کو دیکھتے ہوئے جمال نے رباب کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تھا کہ ابتسام اس کے رستے میں حائل ہوتا بولا تھا۔

آگے سے ہٹ جاؤ ابتسام میں آج تم سے الجھنے کے موڈ میں نہیں ہوں اور تم منہ کیا دیکھ رہی ہو چلو گھر۔

ابتسام کو دھکا دیتے جمال نے ساکت کھڑی رباب کو دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تھا۔
سمجھ میں نہیں آ رہی تمہیں رباب۔

غصے سے کہتے جمال نے رباب کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا تھا پر رباب کو تو مانو جسے سکتہ طاری ہوا تھا نا کچھ بول رہی تھی اور نا ہی کچھ ریکٹ کر رہی تھی بس یک ٹک غصے سے پاگل ہوتے جمال کو دیکھے جارہی تھی۔

گھر چلو جلدی۔

رک جاؤ جمال اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو شوٹ کر دوں گا۔

جمال کو زبردستی رباب کو لے جاتے دیکھ ابتسام نے جبار صاحب کی گن نکالی تھی۔

تم نکلو پر میری بہن کا ہاتھ چھوڑ دو۔

جمال کے رکنے پر ابتسام نے اسے رباب کا ہاتھ چھوڑنے کا کہا تھا۔

تمہاری بہن میری بیوی ہے اور وہ میرے ساتھ جائے گی چاہو تو پوچھ لو اپنی بہن سے کیوں رباب جواب دو اپنے بھائی کہ اب تم یہاں کبھی نہیں آؤ گی۔

ابتسام کی بات پر طمانیت سے مسکراتے جمال نے رباب کو دیکھتے ہوئے مان بھرے لہجے میں کہا تھا۔ جمال میں تمہارے ساتھ چلوں گی پر میں اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔

رباب کے جواب پر جب سے پکڑے رباب کے ہاتھ پر جمال کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔ اس کا مطلب تم نے فیصلہ کر لیا تم ان لوگوں کو چن رہی ہو مجھ پر۔

وہ لہجے میں محبت کے مان ٹوٹنے کا درد لیے بولا تھا اور رباب کے جواب پر وہاں موجود سب نفوس مسکرائے تھے۔

ٹھیک ہے پھر تمہارا اگر یہ فیصلہ ہے تو پھر تم آزاد ہو۔

ضبط سے سرخ ہوئی آنکھوں سے رباب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا اور جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑتا باہر کی سمت بڑھا تھا۔

جمال جمال رکو جمال۔

جمال کے جانے پر ہوش میں آتی رباب نے اس کے پیچھے جاتے اسے پکارا تھا۔

جمال برسوں کے تعلقات ایسے نہیں ٹوٹا کرتے،،، ایک بار میری بات تو سن لو۔

وہ بھاگ کر اس کے پیچھے آتی اسے روکنے کی اپنی سی کوشش کرتی بولی تھی۔

تعلقات کون سے تعلقات کی بات کر رہی ہو رباب تم۔

وہ جو تم نے ابھی اپنے باپ بھائی کو چن کر اور مجھے چھوڑ کر پہلے ہی ختم کر چکی ان تعلقات کی بات کر رہی ہو تم۔

وہ رباب کے رو برو ہوتا شعلہ بار نگاہوں سے وہاں کھڑے رباب کے گھر والوں کی طرف اشارہ کرتا بولا تھا۔

میں نے پہلے ہی کہا تھا تمہیں مجھے یا پھر اپنی فیملی میں سے کسی ایک کو چن لو اگر تم نے ان لوگوں سے کوئی واسطہ رکھا تو میں تم سے اپنے سارے واسطے ختم کر دوں گا۔

بولو کہا تھا نا اور آج تم نے یہاں آ کر اور ان لوگوں کو نا چھوڑنے کا فیصلہ کر مجھے یہ بتا دیا کہ تمہارے لیے یہ زیادہ ضروری ہیں میں نہیں۔

وہ مقابل کھڑی رباب کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے برہم ہوتا اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔

تم خود سوچو میں کیسے چھوڑ سکتی ہوں اپنے ماں باپ کو انہوں نے مجھے پیدا کیا پالا اتنا بڑا کیا اور آج میں تمہارے ایک کہنے پر انہیں چھوڑ دوں۔
ٹھیک ہے پھر مجھے چھوڑ دو۔

وہ اس کا فیصلہ سنتا اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرتا بولا تھا۔

نہیں اگر میں انہیں نہیں چھوڑ سکتی تو میں تمہیں بھی نہیں چھوڑ سکتی۔

بہت محبت کرتی ہوں میں تم سے جمال۔

وہ اس کی بات پر اسے سمجھنے کے کی کوشش کرتی لہجے میں محبت سموئے ہوئے تھی۔

محبت تو میں نے بھی کی تم سے اور شاید کرتا بھی رہوں پر اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہے سکتا۔

میں ایک ایسے شخص کی بیٹی کو مزید اپنے گھر کی عزت نہیں بنا سکتا جو دولت کی ہوس میں اپنے سگے بھائی اور اس کے بچوں کو بھی بھول گیا۔

ہاں اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا ہوتا تو میں تمہیں اپنی پلکوں پہ بیٹھا کر رکھتا رباب۔

وہ رباب کے ہاتھ پکڑنے پر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے چھڑواتا غصے اور اپنی محبت کو چھوڑنے کے فیصلے سے سرخ و نم ہوتی اپنی آنکھیں رگڑتا ایک دم جلال میں آیا تھا۔

میں آج ابھی اور اسی وقت تمہیں اپنے سے جڑے ہر تعلق ہر رشتے سے آزاد کرتا ہوں رباب۔

نہیں جمال،،،، اللہ ناراض ہو جائے گا تم سے ساری زندگی کے لیے۔

وہ زبردستی اس کا ہاتھ پکڑتی اسے غلط کرنے پر روک رہی تھی۔

وہ تو تم سے بھی ہو گا،،،، کہ تم نے اپنے مجازی خدا کی بات نامانی اور اس کے دشمنوں سے جا ملی۔

یہ دشمن نہیں ہیں جمال ہمارے اپنے ہیں غصہ ختم کرو دیکھو یہ سب ہمارے ہیں۔

جمال کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتی رباب نے روتے ہوئے اپنے گھر والوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ایک بار پھر سوچ لو میں یا یہ لوگ فیصلہ کر لو۔

وہ رباب کی حالت پر ترس کھاتا ایک بار پھر اسے موقع دیتا بولا تھا۔

میں انہیں نہیں چھوڑ سکتی تم جمال بلا جواز کی ضد کر رہے ہو سوچو اگر کل کو ماورہ کا شوہر اسے یہ کہے کہ وہ تمہیں یا اس میں سے کسی ایک کو چنے تو۔

وہ میں نہیں جانتا میں ابھی صرف تمہارے اور اپنے بارے میں بات کر رہا ہوں اگر میں ضد کر رہا ہوں تو تم کیا کر رہی ہو تم بھی تو ضد کر رہی ہو رباب۔

وہ رباب کے ہاتھ پر زور دیتا اسے بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔

میں تمہیں سب کی موجودگی میں شرعی اور قانونی طور پر طلا،،،،،،،،،،

نہیں جمال خدا کا واسطہ ہے تمہیں تم اللہ اور اس کے رسول صہ کی رضامندی سے بنے اس رشتے کو ختم نہیں کر سکتے۔

تم تو اس رب کے فیصلوں پر خوش ہوتے ہو شکر کرتے ہو پھر آج اس کا بنایا ہوا یہ پاکیزہ رشتہ کیوں ختم کر رہے ہو۔

تمہیں پتہ ہے یہ لفظ خدا کو پسند نہیں تو پھر کیوں اسے اپنے زباں پر لارہے ہو۔

وہ اپنے محبوب شوہر کے لبوں پر ہاتھ رکھتی زار و قطار روتی ہوئی بول رہی تھی۔

رباب حیران تھی اسے آج زندگی میں پہلی بار اتنے غصے میں دیکھ کر ہمیشہ ٹھنڈی طبیعت کا مالک قرآن حافظ اس کا شوہر ہر بڑی سے بڑی بات کو مسکرا کر ٹال دیتا تھا پر آج وہ رشتے ختم کرنے کے در پر تھا۔

مجھے پتہ ہے رباب۔

جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق کا لفظ دیتا ہے تو ساتوں آسمان یہ لفظ سن لرز اٹھتے ہیں۔

اور دینے والا خدا کے ناپسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتے ہے پر اس رب کریم کو پتہ ہے کہ اس رشتہ کا چلنا اب ناممکن ہے اور وہ رب بہتر جانتا ہے شاید اس نے ہمارا ساتھ صرف اتنا ہی لکھا تھا۔

اگر آپ بھی "ماہنامہ نکلھاری آن لائن میگزین" کا حصہ بننا چاہتے ہیں تو ابھی اپنی تحریر اردو میں نائپ کر کے ہمیں واٹس ایپ، فیس بک یا ای میل پر بھیجیں۔

- آپ کی تحریر میں کسی بھی مذہب پر، مذہبی فرقے یا مذہبی معاملات پر تنقید نہیں ہونی چاہئے۔
 - آپ کی تحریر میں ملکی قوانین، سیکورٹی ایجنسیوں اور پاک فوج پر تنقید نہیں ہونی چاہئے۔
 - تحریر املاء کی غلطیوں سے پاک ہونی چاہئے۔ اور پہلے سے کہیں پر پوسٹ نہ ہوئی ہو۔
 - تحریر کو مکمل طور پر اردو میں ہونا چاہئے۔ انگلش الفاظ کا استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔
 - تحریر کو فحش مناظر، ڈراما، رومانس سینز اور عریانی کے عنصر سے پاک ہونا چاہئے۔
 - سلسلے وار ناولز کے لئے معیاری رائٹرز کا انتخاب ادارہ خود کرے گا۔
 - مکمل ناولز کے لئے سب رائٹرز کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریر ہر ماہ کی دس تاریخ تک ادارے کو بھیج دے جو کہ تیس ہزار سے زائد الفاظ پر مشتمل ہو۔ آپ کی تحریر کو ہماری ٹیم چیک کرے گی اور اس کے بعد ہی قابل اشاعت ناولز کو "نکلھاری آن لائن میگزین" میں شائع کیا جائے گا۔ اور نکلھاری کو اس کی محنت کا معاوضہ دیا جائے گا۔
 - افسانے، شارٹ ناولز کے لئے جو کہ تیس ہزار الفاظ سے کم ہوں گے رائٹرز کو معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔
- مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں۔

Whatsapp no :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- PRIME URDU NOVELS,
FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST, SEARCH
AND REQUEST FOR NOVELS

وہ تو ازل سے ہی جانتا ہے کہ کن رشتوں کو کہاں کس موڑ پر ختم ہونا ہوتا ہے۔
وہ رباب کو روتے ہوئے دیکھ خود پر ضبط کرتا اسے دین و اسلام کی حقیقت بتا رہا تھا یا یہ کہنا سہی تھا
وہ خود کو سمجھا رہا تھا۔

ابا اسے روکیں،،،، یہ غلط کر رہا ہے اسے سمجھائیں ابا۔

وہ جمال کو اپنی بات سے ناہٹتے دیکھ کر اپنے باپ کی سمت بڑھی تھی۔

کر لینے دو اسے رباب جو کرنا چاہتا ہے میں بھی دیکھتا ہوں کیا کر لیں گے یہ اور اس کے ماں باپ
ابا وہ مجھے طلاق دے رہا ہے۔

ہاں تو دے دے ویسے بھی ہم بھی نہیں چاہتے تم اس گھٹیا انسان کے ساتھ مزید ایک پل بھی گزارو
اس سے بھی بہتر لکھا ہے میری بیٹی کے نصیب میں۔

ابا ااااا۔

وہ جو اپنے باپ کو بات سنبھالنے کا کہہ رہی تھی پر ان کے منہ سے یہ الفاظ سن وہ حیران ہوئی تھی۔
جمال پلیز میری بات سنو۔

جبار صاحب کو بات خراب کرتے دیکھ رباب جمال کے پاس آئی تھی۔

میں مصطفیٰ جمال اپنے پورے ہوش و حواس میں رباب مصطفیٰ جمال تمہیں طلاق دیتا ہوں۔

طلاق دیتا ہوں،

طلاق دیتا ہوں۔

بغیر رباب کی بات سنے جمال نے سختی سے رباب کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اس بندھن سے آزاد کیا
تھا جتنی تیزی سے اس نے اسے وہ تین حرف کہے تھے اتنی ہی تیزی سے وہ رباب کا ہاتھ چھوڑتا
جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا تھا۔
رباب میری بچی رباب ہوش میں آؤ۔

جمال کے جانے کے بعد رباب چکرا کر گری تھی وہ تو شاید پہلے ہی گر جاتی مگر جمال کے ہاتھ پکڑنے
کی وجہ سے وہ کھڑی تھی پر اس کے ہاتھ چھوڑتے ہی وہ ہوش خرد سے بیگانہ ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

جاری ہے

اپنی قیمتی رائے کا اظہار ضرور کریں شکریہ ☺